

غزواتِ نبویہ ﷺ میں اہل کتاب کے ساتھ اخلاقِ حسنہ کے مظاہر

Manifestations of Akhlaq-e-Hasanah (good manners) with the People of the Book
(Ehl-e-Kitab) in Ghazwat-e-Nabawiyyah ﷺ

* Muhammad Adnan:

When we study about the life of Holy Prophet (ﷺ), his life demand from Muslims to protect the dignity and honour of their Muslim brothers. They not only protect or care the right of their Muslim brothers in their life but also protect their dignity after their death .

In the light of Holy Prophet Life the circle of human rights is so vast. In this, his life teaches us the turidicul, rights, marriage, settlement different between good or evil, isonomy and the verses of martyr and the noble behaviour with Jews and Christians.

There is a big role of ethics on the human personality. The ethics is the tester of good or bad person Human with the noble ethics the Muslims. To be remembered as staying up all the night and to fast. The ethics play important role in the life of Human.

In the life of Prophet (ﷺ) we know about his good deeds and noble behavior with non Muslims. The success of the Holy Prophet preaching is only because of his ethics and truthness.

Islam Universal Religion. It's Teachings and pregnative system is the everlasting. In this modern period there is no way except Islam to get Rid the unsolved problems of the age. The beloved Prophet (ﷺ) "Sira Mubarak" the way of light only. There is aspect of the life without the real pregnative system. Peace and the War both are in the teaching of the Holy Prophet

(ﷺ). Peace, progress contentment, satisfaction, true, unity, brotherhood in the lightment of the "Uswa Hasna ."Let's seek the real way in our beloved Prophet.(ﷺ)

Key Words: Holy Prophet, Ghazwa, Akhlaq-e-Hasanah, Ehl-e-Kitab, War, Ethics.

تعارف:

غیر مسلموں کی ایک قسم وہ ہے جن کا دین آسمانی ہے اور جنہیں ہم اہل کتاب کہتے ہیں مثلاً یہودی اور عیسائی، غیر مسلموں کی دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جن کا دین خود ان کا وضع کردہ ہے اور ان میں بت پرستی پائی جاتی ہے۔ مثلاً ہندو جو کہ بت پرست ہیں یا

* Ph.D Research Scholar, Dept. of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.

مجوسی جو کہ آگ پرست ہیں۔ اسلامی شریعت میں دوسری قسم کے غیر مسلموں کے مقابلہ میں پہلی قسم کے غیر مسلموں کا معاملہ قدرے مختلف ہے۔ چنانچہ اسلام نے اہل کتاب کا ذبیحہ حلال قرار دیا ہے اور ان کی عورتوں سے شادی جائز قرار دی ہے: چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسْلِفِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾¹

"کل پاکیزہ چیزیں آج تمہارے لئے حلال کی گئیں اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لئے حلال ہے، اور پاک دامن مسلمان عورتیں اور جو لوگ تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں ان کی پاک دامن عورتیں بھی حلال ہیں جب کہ تم ان کے مہر ادا کرو، اس طرح کہ تم ان سے باقاعدہ نکاح کرو یہ نہیں کہ اعلانیہ زنا کرو یا پوشیدہ بدکاری کرو، منکرین ایمان کے اعمال ضائع اور اکارت ہیں اور آخرت میں وہ ہارنے والوں میں سے ہیں"

ان کی عورتوں سے شادی کی اجازت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سارے سسرالی رشتہ دار اہل کتاب ہیں اور اس کے بچے کے ماموں خالہ نانانی وغیرہ بھی اہل کتاب ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں تسامح اور رواداری کی یہ عظیم ترین مثال ہے۔

اہل کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں واضح ہے انہیں کتابی اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کی طرف کتابیں نازل ہوئی ہیں جو انہیں ایک خدا کی عبادت کی طرف دعوت دیتی ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل ہوئی ہے اور شریعتِ مطہرہ میں ان کے احکامِ مشرکین سے مختلف ہیں جیسا کہ اہل کتاب کا ذبیحہ کھانا اور ان کی پاکیزہ خواتین کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے جبکہ مشرکین کے ساتھ ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

چنانچہ اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾^[2]

ترجمہ: "اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ

احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو۔ بیشک انصاف والے، اللہ کو محبوب ہیں"

اسلام ان کفار کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے کہ جو جنگ نہیں کرتے اور اپنے ہتھیار ڈال دیتے ہیں جبکہ دلی محبت ان سے حرام ہے کیونکہ دلی محبت کا تعلق باطن کے ساتھ ہوتا ہے اور حسن سلوک کا تعلق ظاہر کے ساتھ ہوتا ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ (متوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں: "البرُّ والصلَّةُ والإحسانُ لا يستلزمُ التحابُّ والتواذُّ المنهِي عنه

¹ Ma'ida:55/5.

² Mūmtahīn 7/60.

”[3]“، ”کہ کفار کے ساتھ اچھا سلوک، صلہ رحمی اور نیکی کرنا ان سے اُس محبت اور دوستی کو مستلزم نہیں کرتا ہے کہ جس سے منع کیا گیا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ جہاں پر مسلمانوں کے لئے رحمت و شفقت بنا کر بھیجے گئے وہیں پر آپ ﷺ کفار کے ساتھ بھی حُسن سلوک کا مظاہرہ فرماتے پھر چاہے حالتِ جنگ ہوتی یا حالتِ امن، ہر حال میں رسول اللہ ﷺ امن کا ساتھ دیتے اور کفار و مشرکین خصوصاً اہل کتاب کے ساتھ آپ حُسن سلوک کا مظاہرہ فرماتے۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ ہجرت فرما کر تشریف لائے تو وہاں پر یہود کی ایک بڑی جماعت موجود تھی جن کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ امن فرما کر قیام فرمایا۔ اگر کوئی یہودی بیمار ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ اُسکی عیادت کو تشریف لے جاتے، اگر کسی یہودی کی طرف سے کوئی تحفہ پیش کیا جاتا تو رسول اللہ ﷺ اُسے قبول فرماتے، اور اگر کوئی یہودی ظلم کرتا تو آپ ﷺ اُسے معاف فرما دیتے جیسا کہ ایک یہودی عورت نے رسول اللہ ﷺ کو زہر آلود مہری کا کندھا پیش کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اُسے معاف فرما دیا اور قتل نہ کرنے کا حکم دیا۔ رسول اللہ ﷺ ان سے تجارت کرتے ہوئے نرمی کرتے اور اُن پر ظلم نہ کرتے اور ہمیشہ اہل کتاب کے ساتھ عاجزی سے پیش آتے۔

معاہدین کے ساتھ حُسن سلوک

رسول اللہ ﷺ کے اکثر غزوات میں اہل کتاب جن کے ساتھ معاہدہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اُن کے مال، جان و اولاد سب کے تحفظ کی ضمانت دیتے، اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو سختی سے اس بات کا حکم دیتے کہ ان ذمیوں اور معاہدین کو کسی طرح کا کوئی نقصان نہ پہنچے۔ چنانچہ امام بخاری (متوفی 256ھ) اس ضمن میں ایک حدیث روایت کرتے ہیں: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنْ رِيحَهَا تَوَجَّدَ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا)) [4]۔

”حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے کسی معاہد (جن غیر مسلموں کے ساتھ اسلامی حکومت کا معاہدہ ہو) کو (بغیر کسی جرم کے) قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک محسوس ہوتی ہے۔“

یہاں معاہد سے مراد ہر وہ شخص ہے کہ جسے امان یعنی پناہ دے دی گئی ہو عام ازیں کہ وہ جزیہ لے کر دی گئی ہو، بادشاہ کی طرف سے جنگ بندی کی وجہ سے دی گئی ہو یا کسی مسلمان نے کسی اہل کتاب کو امان دی ہو جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ”والمراؤ به من له عهد مع المسلمين سواء كان بعقد جزیة أو هدنة من سلطان أو

³ Aḥmad bin ‘Ili bin ḥajar al ‘isqilānī, fath̄ -al- barī sharḥa b̄ḥarī, (Beirūt: Dār -al- M‘arifah 1379H), 233/5.

⁴ Muḥammad bin ‘Ismael -al- b̄ḥarī, Al jam̄ -al- m̄snad al saḥīḥ b̄ḥarī, (Dār tūq -al- Najāt, 1422H), 2995.

أَمَانٌ مِنْ مُسْلِمٍ“^[5]۔ کہ اس سے مراد وہ شخص ہے کہ جسکا مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ ہوا ہو عام ازیں کہ وہ جزیہ سے ہو سلطان کی طرف سے جنگ بندی کی وجہ سے ہو یا کسی مسلمان کی طرف سے امان سے ہو۔

یعنی جس شخص نے بغیر کسی جرم کے کسی معاہدہ کو قتل کیا، مذکورہ حدیث میں اگرچہ بغیر جرم کے الفاظ ذکر نہیں کئے گئے لیکن مفہوم یہی لئے جارہے ہیں، اگر معاہدہ اپنے وعدہ کو توڑتا ہے، یا کسی سازش میں ملوث ہوتا ہے تو اسے سزا دی جائے گی۔ لیکن سزا حاکم وقت دلوئے گا۔ گویا کہ عموماً رسول اللہ ﷺ کسی معاہدہ کے ساتھ وہی سلوک روارکتے کہ جو ایک عام مسلم کے ساتھ ہوتا، اُسکے نفع و نقصان میں شریک ہوتے اور اُسکے دکھ سکھ کو بانٹے، لیکن اگر وہ ظلم کرتا یا اپنی حدود سے نکلتا تو اسے سزا دی جاتی۔

اہل کتاب کی پراپرٹی کو واپس کرنا

رسول اللہ ﷺ کی یہ شان تھی کہ آپ ﷺ ناحق کسی کا مال قبضہ نہ کرتے اور نہ ہی اسکا حکم صادر فرماتے، بلکہ اگر آپ ﷺ کو معلوم ہوتا کہ یہود و نصاریٰ کا مال مسلمانوں نے ناحق قبضہ کر رکھا تو آپ ﷺ اُسے فوراً واپس کرنے کے احکامات صادر فرماتے۔ ایسا ہی ایک واقعہ غزوہ خیبر کے موقع پر پیش آیا کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنا لشکر لے کر خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ لشکر لے کر آگئے قلعے کے دروازے بند ہو گئے مگر وہاں پر ایک حبشی ملا جو خیبر والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا، جب یہودی جنگ کی تیاریاں کرنے لگے تو اُس نے پوچھا کہ آخر تم لوگ کس سے جنگ کے لئے تیاریاں کر رہے ہو؟ یہودیوں نے کہا: ”کہ آج ہم اس شخص سے جنگ کریں گے جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ سن کر اُس کے دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملاقات کا جذبہ پیدا ہوا۔ چنانچہ یہ بکریاں لئے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ”کہ آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس کے سامنے اسلام پیش فرمایا۔ اُس نے عرض کیا: ”کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے خداوند تعالیٰ کی طرف سے کیا اجر و ثواب ملے گا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کہ تم کو جنت اور اس کی نعمتیں ملیں گی۔“ اُس نے فوراً ہی کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں۔“ اب میں ان کو کیا کروں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کہ تم ان بکریوں کو قلعہ کی طرف ہانک دو اور ان کو کنکریوں سے مارو۔ یہ سب خود بخود اپنے مالک کے گھر پہنچ جائیں گی۔“ چنانچہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ انہوں نے بکریوں کو کنکریاں مار کر ہانک دیا اور وہ سب اپنے مالک کے گھر پہنچ گئیں^[6]۔

رسول اللہ ﷺ نے کس خوبصورت انداز میں خیبر کے یہود کی بکریوں کو واپس لوٹانے کا حکم فرمایا اور نہ رواج کے مطابق اگر چاہتے تو وہ سب رکھ لیتے لیکن یہ ظلم اور غصب ہوتا جبکہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے ہر عیب سے پاک پیدا فرمایا ہے۔ اسی لئے تو تاجدارِ انبیاء ﷺ نے اُس حبشی غلام کو کہا کہ یہ بکریاں قلعے کی طرف ہانک دو اور وہ سب بکریاں قلعے پہنچ گئیں اور وہ حبشی غلام کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا اعلیٰ اخلاق تھا کہ آپ ﷺ نے

⁵ Aḥmad bin ‘Ili bin ḥajar al ‘Asqalānī, fatḥh -al- barī sharḥa bŪkharī, (Beirūt: Dār -al-M‘arifah 1379H), 259/12.

⁶ Sheikh Abdul Ḥaq MŪḥdth Dehlī, Madar -al- NabŪwat, 240/.

حالت جنگ میں ایک دشمن کی بکریاں اسے واپس دلو کر یہ تعلیم دی کہ جنگ اپنے مقام پر ہے جبکہ دیانت و امانت اپنے مقام پر ہے۔ صلح و جنگ اور دیانت و انصاف کے تقاضوں کو بیک وقت ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

جان کی دشمن یہودی عورت کو معافی

امام بخاری (متوفی 256ھ) اپنی صحیح میں لکھتے ہیں:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ امْرَأَةً يَهُودِيَّةً أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مَسْمُومَةٍ، فَأَكَلَ مِنْهَا، فَجِئَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَهَا عَنْ ذَلِكَ؟ فَقَالَتْ: أَرَدْتُ لِأَقْتُلَكَ، قَالَ: مَا كَانَ اللَّهُ لِيَسْلُطَكَ عَلَى ذَاكِ، قَالَ: أَوْ قَالَ: عَلَيَّ، قَالَ: قَالُوا: أَلَا نَقْتُلُهَا؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَمَا زِلْتُ أَعْرِفُهَا فِي لَهَوَاتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ^[7].

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بکری کا زہر آلود گوشت لے کر آئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گوشت میں سے تھوڑا سا کھایا، پھر اس عورت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے اس گوشت کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: ”میں نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا“، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ تجھے اس پر قادر نہیں کرے گا“۔ راوی بیان کرتے ہیں: یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر قادر نہیں کرے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: (یا رسول اللہ ﷺ!) کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں (اور اس یہودی عورت کو معاف فرمادیا)۔ راوی کہتے ہیں کہ اس زہر کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ میں ہمیشہ پایا گیا۔

یہ واقعہ غزوہ خیبر کے موقع پر پیش آیا جیسا کہ امام بخاری (متوفی 256ھ) نے کتاب المغازی میں غزوہ خیبر کے باب میں اس واقعہ کو درج فرما کر اور علامہ ابن حجر عسقلانی و دیگر شراح حدیث نے اسکی وضاحت فرما کر واضح کر دیا ہے اور اس عورت کا نام زینب بنت الحارث تھا جو کہ سلام بن مشکم کی بیوی تھی اور خیبر کے پہلوان مرحب کی بہن تھی۔ اس عورت کے قتل میں اختلاف پایا جاتا ہے اصح یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے معاف فرمادیا اور قتل کرنے کا حکم صادر نہیں فرمایا۔

لیکن آخر وقت تک اس زہر آلود گوشت کا اثر رسول اللہ ﷺ کے اندر رہا، مگر تاجدار انبیاء ﷺ کا اعلیٰ اخلاق دیکھیں کہ ایک یہودی عورت جنگ کے وقت آپ ﷺ کو نعوذ باللہ شہید کرنے کی کوشش کرتی ہے اور کسی حد تک کامیاب بھی ہوتی ہے مگر رسول اللہ ﷺ افاقہ پانے کے بعد اسے معاف فرمادیتے ہیں۔ یہ اہل کتاب کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کا نمونہ تھا کہ ایک دشمن کی بیوی اور ایک دشمن کی بہن کو معاف فرمادیا۔

غیر مسلمین کے ساتھ ہمارا رویہ سنجیدہ اور نہایت عمدہ ہونا چاہئے۔ اور ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانوں کے اذہان میں اس سلسلے میں غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں، جسکا خاتمہ از حد ضروری ہے اور اسلام کا صحیح موقف پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض شدت پسند مسلمانوں کا کفار و غیر مسلمین کے ساتھ رویہ انتہائی نازیبا ہوتا ہے جو ان کا اپنا ذاتی عمل ہوتا ہے نہ کہ اسلام کا۔ اور غیر مسلمین یہ سمجھتے ہیں کہ شاید اسلام کا ہی بتایا ہوا یہ دین و تہذیب ہے جبکہ ایسا بالکل بھی نہیں ہے۔ بحیثیت مسلم ہمیں یہ سمجھنا اور جاننا چاہئے کہ انسان ہونے کے ناطے

⁷ Muḥammad bin ‘Ismael -al- bŪkharī, Al jamŪ -al- mŪsnad al saḥīḥ bŪkharī, (Dār tŪq -al- Najāt, 1422H), 2617.

ہر شخص کی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔ خواہ اُسکا تعلق کسی بھی مذہب، دین، قوم اور مسلک سے ہو۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو محترم و مکرم پیدا کیا ہے اس لئے ہم پر لازم ہے کہ ہم ہر انسان کی عزت کریں۔

رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے اگر کسی یہودی کا بھی جنازہ گزرتا تو آپ کھڑے ہو جاتے۔ اور پوچھنے پر فرماتے: ”کیا یہ انسان نہیں ہے؟ گویا کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک عزت کے لائق ہر انسان ہے۔ رسول اللہ ﷺ اہل کتاب کے ساتھ کئے گئے معاہدے کی خلاف ورزی نہ فرماتے بلکہ اگر کوئی خلاف ورزی کرتا بھی تو اُسے معاف فرمادیتے۔ رسول اللہ ﷺ معاہدے کے ساتھ ہمیشہ نرمی اور حسن سلوک روارکھنے کی تلقین فرماتے اور حکم دیتے کہ کوئی کسی معاہدہ کو قتل نہ کرے ورنہ اُسے جنت کی خوشبو سے بھی محروم کر دیا جائے گا۔ آپ ﷺ اہل کتاب خصوصاً یہود و نصاریٰ کے بچوں اور خواتین کے ساتھ نرمی کا حکم دیتے۔ اور اگر کوئی یہودی اور عیسائی اسلام قبول کرتے تو آپ ﷺ اُنکے غیر مسلمین آقاؤں کے اموال کو فوراً واپس کرنے کا حکم دیتے جو بھی اُن کے پاس ہوتے۔ جیسا کہ غزوہ خیبر کے موقع پر ایک غلام مسلمان ہوا تو اُسکے پاس خیبر والوں کی بکریاں تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے اُسے وہ بکریاں فوراً قلعے کی طرف ہانکنے کا حکم دیا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا عمدہ اخلاق تھا کہ آپ ﷺ حالت جنگ میں بھی غیر مسلمین کے اموال کو غصب کرنے کا کبھی نہ سوچتے؛ کیونکہ یہ ظلم ہے اور اللہ کے انبیاء ظلم نہیں کرتے اور نہ ہی کسی کا مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں۔

حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دشمنوں کو بھی معاف فرمادیتے جیسا کہ ذکر کیا کہ ایک کتابیہ عورت نے رسول اللہ ﷺ کو زہر دینے کی گھٹیا سازش کی اور رسول اللہ ﷺ کو اُس نے زہر کھلا بھی دیا مگر رسول اللہ ﷺ نے اُس یہودی عورت کو معاف فرمادیا۔ حالانکہ دراصل وہ رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کے ذہن سے آئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ ہمہ وقت انسانیت سے پیار کرنے کا حکم دیتے اور ہر ایک سے اُنسیت و محبت کا درس دیتے۔ اور یہ بھی جائز نہیں کہ کسی شخص کو جبراً اور ظلماً مسلمان کیا جائے، اسلام امن کا دین ہے اور امن سے ہی پھیلا ہے۔ تاریخ گواہ ہے جب بھی اسلام پھیلا تو اپنے اخلاقِ حسنہ سے پھیلا ہے۔ جس طرح لوگ آج کل دھماکے اور بچوں کو قتل کر کے اسلام پھیلانے کو کوشش کرتے ہیں۔ ایسے کبھی اسلام نہیں پھیلا گا۔

ہر مسلم کا یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ اللہ رب العزت نے عدل و انصاف اور اخلاقِ حمیدہ کو اپنانے کا حکم دیا ہے اور اخلاقِ رذیلہ سے رُکے رہنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ رب العزت ظلم و ستم اور بد اخلاقی کا حکم نہیں دیتا خواہ معاملہ کفار کے ساتھ ہو یا مسلمان کے ساتھ۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں بھی ارشاد باری تعالیٰ کا خلاصہ ہے کہ ”کسی قوم کی دشمنی تمہیں اتنا نہ ابھارے کہ تم عدل و انصاف سے ہی پھر جاؤ بلکہ فرمایا تم عدل کرو اور یہ خدا ترسی کے زیادہ لائق ہے۔“

کسی بھی اسلامی ریاست میں رہنے والی غیر مسلم اقلیت کو اسلام کی اصطلاح میں ذمی کہا جاتا ہے۔ ذمی کا مطلب یہ ہے کہ اب وہ اللہ اُسکے رسول اور مسلمانوں کی پناہ میں آگئے ہیں۔ اب اُن کی حفاظت مسلمانوں کے پاس ہے اُن کی جان و مال و آبرو کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔ نجران سے ایک عیسائی وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی غرض سے مدینہ آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین اس وقت عصر کی نماز سے فراغت کے بعد مسجد نبوی ہی میں تشریف فرما تھے۔ اسی درمیان میں عیسائیوں کی عبادت کا وقت ہو گیا۔ چنانچہ وہ عیسائی مسجد نبوی کے اندر اپنی عبادت کرنے لگے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین انھیں روکنے کے لیے آگے بڑھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انھیں اپنی عبادت کرنے دو۔ چنانچہ مسجد نبوی کے اندر ان عیسائیوں نے اپنی عبادت ادا کی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا اعلیٰ اخلاق تھا۔ دُنیا میں جتنے بھی مذاہب پائے جاتے ہیں اُن میں انتہاء پسندی عروج پر ہے مگر اسلام امن کا گہوارہ ہے۔

قرآن وحدیث کی واضح تعلیمات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے عملی نمونوں کو دیکھ کر یہ سمجھنا کس قدر آسان ہے کہ اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور خاص کر ان غیر مسلموں کے ساتھ جو کسی اسلامی ملک میں اقلیت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ غور کریں کہ جب کسی اسلامی ملک میں غیر مسلم اقلیت کے ساتھ اچھے برتاؤ کی اتنی تاکید ہے تو کسی کافر ملک میں مسلم اقلیت کے لیے یہ بات کس قدر اہم ہے کہ وہ غیر مسلم اکثریتی فرقہ کے ساتھ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کریں۔ ذرا سوچیں تو سہی کہ اگر ہم غیر مسلموں کے ساتھ دشمنوں جیسا سلوک کریں گے اور ان کے ساتھ بد اخلاقی کا مظاہرہ کریں گے تو پھر ہم کس منہ سے غیر مسلموں سے کہہ سکیں گے کہ اسلام اچھے اخلاق کا حکم دیتا ہے۔ اور اسلام بہت اچھا مذہب ہے۔ ہم کیسے انہیں اسلام کی طرف راغب کر سکیں گے۔ ہماری بد اخلاقی دیکھ کر تو وہ اور بھی ہم سے دور ہو جائیں گے، ہم سے نفرت کریں گے اور ہمارے دشمن بن جائیں گے اور آج کل یہی کچھ ہو رہا ہے۔

غزوات نبویہ ﷺ میں کفار و مشرکین کے ساتھ اخلاقی حسنہ کے مظاہر

رسول اللہ ﷺ نہ صرف مسلمانوں بلکہ کفار و مشرکین کے ساتھ بھی حسن سلوک کا مظاہرہ فرماتے۔ حالت جنگ ہو یا امن، ہر حال میں رسول اللہ ﷺ کفار و مشرکین کے ساتھ اخلاقی حسنہ کے ساتھ پیش آتے۔ حضور ﷺ نے غیر مسلموں سے حسن سلوک رواداری اور ان کے حقوق کا تحفظ صرف عام حالات میں ہی نہیں کیا بلکہ جنگ کی حالت میں بھی اس کا عملی نمونہ پیش کر کے دکھایا جس میں آج بھی قومیں ہر طرح کی فریب دہی جائز سمجھتی ہیں اور کوئی موقع ہاتھ سے دشمن کو پسپا کرنے کا نہیں جانے دیتیں اس جنگی حالت میں بھی حضور نے حسن سلوک کی ایسی اعلیٰ مثالیں قائم کیں کہ انسانی عقل جنہیں دیکھ کے دنگ رہ جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ اپنے دشمن کفار و مشرکین کے بچوں کے ساتھ بھی پیار فرماتے، اُن کے بیماروں کی تیمارداری کرتے، اُن کی خواتین کی حفاظت فرماتے، حالت جنگ میں بھی اپنے دشمنوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے۔ رسول اللہ ﷺ کی شدید خواہش ہوتی کہ کفار کے لئے دعائے رحمت کی جائے؛ تاکہ وہ خدا کی توحید کی تبلیغ کا پیغام سنیں، اور حقیقت کو سمجھیں، اسی لئے رسول اللہ ﷺ ہمیشہ کفار کے لئے دعا فرماتے۔ اب ذیل میں چند ایسی امثلہ پیش کی جا رہی ہیں کہ جن میں رسول اللہ ﷺ کا کفار و مشرکین کے ساتھ حالت جنگ یا جنگ کے زمانہ میں حسن سلوک کا مظاہرہ کیا گیا۔

حضرت دعثور کے قبول اسلام کا واقعہ

جب رسول اللہ ﷺ غزوہ ذی امر یا غزوہ عطفان کے لئے تشریف لے کر جا رہے تھے تو اُس وقت بنو ثعلبہ اور بنو محارب کی فوج کا سپہ سالار نجد کا مشہور بہادر دعثور بن حارث محارب بن 450 افراد کا لشکر لے کر پہاڑوں میں چھپ گیا اور حضور ﷺ ایک درخت کے نیچے لیٹ کر اپنے کپڑے سکھانے لگے۔ پہاڑ کی بلندی سے کافروں نے دیکھ لیا کہ آپ بالکل اکیلے اور اپنے اصحاب سے دور ہیں، ایک دم دعثور بجلی کی طرح پہاڑ سے اتر کر تنگی شمشیر ہاتھ میں لیے ہوئے آیا اور حضور ﷺ کے سرانور پر تلوار بلند کر کے بولا کہ: ”بتائیے اب کون ہے جو آپ کو مجھ سے بچالے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ”میرا اللہ مجھ کو بچالے گا۔“ تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور دعثور کانپنے لگ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فوراً تلوار اٹھالی اور فرمایا: ”کہ بول اب تجھ کو میری تلوار سے کون بچائے گا؟ دعثور نے کانپتے

ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں کہا: ”کہ کوئی نہیں۔“ رحمۃ للعالمین ﷺ کو اس کی بے کسی پر رحم آگیا اور آپ نے اس کا قصور معاف فرمادیا۔ دَعْوِیٰ اس اخلاقِ نبوت سے بے حد متاثر ہوا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور اپنی قوم میں آکر اسلام کی تبلیغ کرنے لگا۔^[8]

یہ رسول اللہ ﷺ کا ایک غیر مسلم سپہ سالار کے ساتھ حسنِ سلوک تھا کہ جب اُسے تلوار بے نیام رسول اللہ ﷺ کی گردن پر رکھ دی تھی گویا اب اُس کا خون حلال ہو گیا تھا مگر تاجدارِ انبیاء ﷺ نے اُسے معاف فرمادیا، اور نتیجہ یہ نکلا کہ دَعْوِیٰ کہ جو ایک وقت میں کفار کی فوج کا سالار تھا، کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو کر تبلیغ اسلام میں لگ گیا اور یوں دَعْوِیٰ سے حضرت دَعْوِیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پکارا جانے لگا، اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر وقت ہر شخص کو اللہ رب العزت کی ذات پر بھروسہ رکھنا چاہئے اور اپنے مشکلات میں اُسے ہی یاد کرنا چاہئے، تاکہ ہر مصیبت سے چھٹکارا پایا جاسکے۔ اور یہ ایمان کا بلند ترین مقام ہے۔

کفار کے لئے دعائے ہلاکت نہ کرنا

رسول اللہ ﷺ کو اللہ رب العزت نے نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام انسانیت کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا آپ ﷺ اپنے دشمنوں کے لئے دعائے ہلاکت نہ فرماتے جبکہ اسکے برعکس اگر دوسرے انبیائے کرام کو دیکھا جائے تو جب وہ اپنی قوم کے ظلم و ستم سے تنگ آتے یا تو انہیں چھوڑ کر چلے جاتے جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے کیا یا پھر اپنی قوم کی تباہی و بربادی کی دعا کر دیتے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کیا کہ آپ نے اپنی قوم سے تنگ آکر اُن کی ہلاکت کی دعا کی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا﴾⁹ اور نوح نے کہا اے اللہ! زمین پر کسی کافر کے گھر کو مت چھوڑ، یعنی انہیں تباہ و برباد فرما۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ ایسا نہ فرماتے بلکہ کفار کی ہدایت کی دعا فرماتے اور فرماتے اے صحابہ مجھے ان کفار کی نسل سے فرماں بردار نظر آرہے ہیں۔ چنانچہ امام ترمذی (متوفی 279ھ) اپنی سُنن میں لکھتے ہیں:

”عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْرِقْنَا نَبَالَ ثَقِيفٍ فَادْعُ اللَّهَ عَلَيْهِمْ. قَالَ: ((اللَّهُمَّ اهْدِ ثَقِيفًا))^[10].

”حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا: ”یا رسول اللہ ﷺ! قبیلہ بنو ثقیف کے تیروں نے ہمیں چھلنی کر دیا ہے، آپ اُن کے لئے دعائے ہلاکت فرمائیں، تو رسول اللہ ﷺ نے یوں دعا فرمائی: ”اے اللہ! تو ثقیف کو ہدایت عطا فرما۔“

یہ واقعہ غزوہ طائف میں محاصرہ کے دوران پیش آیا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے بجائے اُن کی ہلاکت کے اُن کے اسلام میں داخل ہونے کے لئے اللہ کی بارگاہ میں دعا فرمائی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا اعلیٰ اخلاقی نمونہ تھا جہاں پر بنو ثقیف کی وجہ سے کئی مسلمان زخمی ہو گئے اور شہید بھی ہو گئے وہیں پر رسول اللہ ﷺ کی رحمت و محبت جوش مار رہی تھی اور آپ ﷺ ان کفار کو معاف فرما رہے تھے۔ اور اُن کی اسلام میں شمولیت کی دعا کر رہے تھے۔ کیونکہ اللہ کا نبی لوگوں کو مارنے مروانے کے لئے نہیں آتا بلکہ انہیں جہنم سے بچانے کے لئے آتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کفار کے خلاف دعائے ہلاکت کرنے سے بچتے اور اگر آپ سے کہا جاتا کہ آپ اُن کے خلاف دعائے ہلاکت کریں تو آپ ﷺ فرماتے: ”مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے نہ کہ لعنت بھیجنے والا چنانچہ امام مسلم حدیث ذکر کرتے ہیں:

⁸ ‘Abdul Malik Bin Hasham, Alsirat al-nbviya libin Hasham, (Beirut: Dar al-Jaial, 1411H), 46/2.

⁹ Nūh: 26/71.

¹⁰ Muḥammad Bin ‘Aīsa -al- Tarmzī, (Beirut: Dar al-Kutub al-‘Ilmiyah, 1998AD), 3942.

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أُدْعُ عَلَى الْمُشْرِكِينَ، قَالَ: ((إِنِّي لَمْ أُبْعَثْ لَعَنًا، وَإِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً))^[11]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا: (یا رسول اللہ!) مشرکین کے خلاف دعائے ہلاکت کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے لعنت کرنے والا بنا کر مبعوث نہیں کیا گیا، مجھے تو صرف (سراپا) رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔“

کس طرح خوبصورت انداز میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو دعائے ہلاکت کرنے سے منع فرمادیا کہ مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ سراپا رحمت اور شفقت بنا کر مبعوث کیا گیا ہے، جس کی شان ہی رحمت و شفقت ہو وہ بھلا کیسے دعائے ہلاکت کے لئے ہا تھ بلند کر سکتا ہے اور اگر کہیں پر رسول اللہ ﷺ نے دعائے ہلاکت کی تو وہ بحکم خداوندی تھا جو کہ وحی کے ذریعے سے آپ ﷺ کو حکم دیا گیا تھا۔ انہی اخلاقیات کا نتیجہ ہے اور اخلاص کا فیض ہے کہ جان کے دشمن بھی نسل در نسل آپ ﷺ کی غلامی میں آگئے۔

کفار کو حالت جنگ میں پانی فراہم کرنا

رسول اللہ ﷺ نہ صرف حالت امن میں بلکہ حالت جنگ میں بھی اپنے دشمنوں کے ساتھ نرمی کا سلوک رکھتے، اگر انہیں کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو آپ ﷺ انہیں پیش فرماتے، چنانچہ جب غزوہ بدر کے موقع پر کفار کے پاس پانی نہیں تھا تو رسول اللہ ﷺ کے قبضہ میں موجود کنویں سے اگر کفار پانی لینا چاہتے تو رسول اللہ ﷺ انہیں پانی عطا فرماتے جیسا کہ ابن ہشام اپنی سیرت میں لکھتے ہیں: ”کہ جب جنگ بدر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کا لشکر پانی کے پڑاؤ پر تھا تو اگر دشمن کے لوگ پانی لینے آتے تو آپ ﷺ انہیں اجازت دے دیتے اور وہ پانی لے کر واپس چلے جاتے“^[12]۔

تاجدارِ انبیاء خاتم النبیین ﷺ دشمن سے اگر لڑتے تو اللہ کی رضا کے لئے لڑتے، کبھی اپنے نفس کے لئے لڑائی نہیں کی اور نہ ہی تلوار کو نکالا۔ اگر دشمن بھوکا ہوتا تو آپ ﷺ انہیں کھانا عطا فرماتے، اگر وہ پیاسا ہوتا تو اُسے پانی دیا جاتا۔ کتنے غیر مسلم صرف رسول اللہ ﷺ کا اعلیٰ اخلاق ہی دیکھ کر کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو جاتے۔ جنگ میں عمومی حالات کی بنسبت حالت غضب میں سخت اور کئی ناجائز امور بھی جائز سمجھے جاتے ہیں لیکن سراپا رحمت نبی ﷺ نے حالت جنگ میں اپنی کرم نوازیوں میں اضافہ فرمایا اور اس طرح دشمنوں کے دل جیت لئے۔

حالت جنگ میں مثلہ سے منع کرنا

رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کو ہمیشہ مثلہ کرنے سے منع فرماتے جبکہ اہل عرب میں مثلہ کرنے کو باعثِ افتخار سمجھا جاتا تھا۔ علامہ ابن اثیر جزیری (متوفی 606ھ) لکھتے ہیں:

”ومثله بالقتيل، إذا جدعت أنفه، أو أذنه، أو مذاكيره، أو شيئاً من أطرافه“¹³

¹¹ Mūsīm Bin -al- ḥajaj -al- Qashīrī Nīshapūrī -al- Mūsnaḍ -al- Saḥīḥ -al- Mūkhtasar, (Beirūt: Dār Iḥyā -al- Tūrath -al-‘Arabīyah, 1992), 2599.

¹² Mūjīd -al- Dīn Ibn Athīr, -Al- Nahiya f ī Gharīb -al-ḥadīth -al-Āthar, (Beirūt: Dār al- Kutub al-‘Ilmiyah, 1399 AH), 294/4.

”مقتول کو مثلہ کرنے سے مُراد اُسکا ناک، کان یا اُسکے اعضائے جنسی یا جس کے کی حصے کو کاٹنا“ مثلہ“ کہلاتا ہے۔“
عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((اغْزُوا بِاسْمِ اللَّهِ، وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَقَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ، اغْزُوا وَلَا تَعْدُوا، وَلَا تَغْلُوا، وَلَا تُمَثِّلُوا...)) [14]

حضرت سلیمان بن بُریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خدا کے نام پر خدا کی راہ میں جہاد کرو خدا کے منکروں سے اور نہ مثلہ کرو نہ بدعہدی نہ خیانت۔“

اہل عرب کے نزدیک یہ عام تھا کہ حالتِ جنگ میں غصہ کی بناء پر اپنے مخالف کو قتل کرنے کے بعد اُسکے جسمانی اعضاء کاٹ دیئے جاتے جیسا کہ حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بدتر سلوک کیا گیا، تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو اس سے سختی سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”وَلَا تُمَثِّلُوا“ کہ مثلہ نہ کرنا، یعنی کسی دشمن کو یا تو قتل کر دینا یا معاف کر دینا اسکے برعکس اُسکے جسمانی اعضاء کو تکلیف مت دینا۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ نے کفار کے مُردوں کا بھی خیال رکھا اور اُن کی شکل بگاڑنے سے منع فرمادیا۔

عبد الرحمن مبارکپوری مذکورہ حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”وكره أهل العلم المثلّة أي حرموها فالمراد بالكراهة التحريم وقد عرفت في المقدمة أن السلف رحمهم الله يطلقون الكراهة ويريدون بها الحرمة“۔ [15] کہ اہل علم نے مثلہ کرنے کو مکروہ کہا ہے یعنی اُن کے نزدیک یہ مکروہ تحریمی ہے جو حرام ہے اور میں نے مقدمہ میں دیکھا کہ اسلاف رحمہم اللہ مثلہ کرنے پر مکروہ کا اطلاق کرتے مگر اس سے مُراد حرمت لیتے۔ تو معلوم ہوا کہ علماء و محدثین کے نزدیک مثلہ کرنا حرام ہے۔ اور اسکی حرمت نبی خاتم النبیین ﷺ کے حکم اور عمل سے مستفاد ہے۔

کفار کے بچوں خواتین اور بوڑھوں کو قتل کرنے سے منع کرنا

رسول اللہ ﷺ ہمیشہ بڑوں کو احترام دیتے اور چھوٹوں پر شفقت فرماتے، جنگ پر جاتے ہوئے خاتم المرسلین ﷺ ہمیشہ اپنے اصحاب کو نصیحت فرماتے کہ کفار کے چھوٹے بچوں، خواتین اور بوڑھوں کا خاص خیال رکھا جائے، وہ چھوٹے بچے، خواتین اور بوڑھے کہ جو نہ جنگ کر سکیں اور نہ ہی ہتھیار اٹھا کر میدان میں آئیں تو انہیں نہ قتل کرنا۔ چنانچہ امام مسلم اور امام ابوداؤد اپنی حدیث کی کُتب میں ایک طویل حدیث ذکر کرتے ہیں جس میں سے یہ بھی الفاظ ہیں ((وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا)) [16] ابوداؤد کے الفاظ ((وَلَا تَقْتُلُوا

¹³ Abu Dawūd, Sūlaīman bin -Al-Āshāth -al- Sijistānī, Sūnan Abī Dawūd, (Beirut: Maktabah tul Āsriya,), 2613.

¹⁴ Abu -Al-Āla Muḥammad bin ‘Abd -al- Raḥman -al-Mūbarakfūrī, Taḥafa -al-Aḥwāzī bshrh Jam’I -al-Tirmīdhī, (Al-Madīnah -al-Mūnawarah:Al- Maktabah tul Salfiyah, 1383 AH), 664/4.

¹⁵ Mūsīm Bin -al- ḥajajaj -al- Qashīrī Nīshapūrī -al- Mūsnaḍ -al- Saḥīḥ -al- Mūkhtasar, (Beirut: Dār Iḥyā -al- Tūrath -al-‘Arabiyah, 1992), 1731 .

شَيْخًا فَايَا وَلَا طِفْلًا وَلَا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً^[17] یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے: ”چھوٹے بچے کو قتل نہ کرنا، شیخ فانی (بوڑھے شخص) کو قتل نہ کرنا، اور نہ ہی طفل (دودھ پیتے بچے) کو اور نہ چھوٹے بچے کو اور نہ ہی کسی عورت کو۔

کیونکہ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے کہ ایسے بچے، بوڑھے اور خواتین جنگ نہیں کرتیں، بلکہ یہ اپنے بڑوں کے یا اپنے سرداروں کے ماتحت آتے ہیں۔ بچے اس لئے کہ جنگ کے مکلف نہیں ہوتے، خواتین اور بوڑھے کمزور جسم کے مالک ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو اگر معلوم ہوتا کہ کسی نے بچوں کو قتل کیا تو آپ ﷺ اس پر غضب فرماتے چنانچہ حدیث نبوی میں ہے:

”عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ سَرِيعٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا فِي غَزَاةٍ فَأَصَبْنَا ظَفَرًا وَقَتَلْنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ حَتَّى بَلَغَ بِهِمُ الْقَتْلُ إِلَى أَنْ قَتَلُوا الذَّرِيَّةَ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ((مَا بَالُ أَقْوَامٍ بَلَغَ بِهِمُ الْقَتْلُ إِلَى أَنْ قَتَلُوا الذَّرِيَّةَ أَلَا لَا تَقْتُلُوا ذُرِّيَّةَ قَيْلٍ لِمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَيْسَ هُمْ أَوْلَادُ الْمُشْرِكِينَ؟ قَالَ: أَوْ لَيْسَ خِيَارُكُمْ أَوْلَادُ الْمُشْرِكِينَ))“۔

حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں شریک تھے (ہم لڑتے رہے یہاں تک) کہ ہمیں غلبہ حاصل ہو گیا اور ہم نے مشرکوں کو (خوب) قتل کیا حتیٰ کہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ لوگوں نے (بعض) بچوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ یہ بات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جن کے قتل کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ انہوں نے بچوں تک کو قتل کر ڈالا۔ خبردار! بچوں کو ہرگز ہرگز قتل نہ کرو، خبردار! بچوں کو ہرگز ہرگز قتل نہ کرو، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیوں؟ کیا وہ مشرکوں کے بچے نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے جو (آج) بہتر لوگ ہیں (کل) یہ بھی مشرکوں کے بچے نہیں تھے؟۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ”إِنَّمَا هُمْ أَبْنَاءُ الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ: ((خِيَارُكُمْ أَبْنَاءُ الْمُشْرِكِينَ، أَلَا، لَا تَقْتُلُوا الذَّرِيَّةَ، كُلُّ نَسَمَةٍ تُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، حَتَّى يُعْرَبَ عَنْهَا لِسَانُهَا، فَأَبْوَاهَا يَهُودَانِهَا وَيُنَصِّرَانِهَا))“۔

وہ مشرکین کے بچے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بہترین لوگ بھی تو مشرکین کے بچے ہیں (یعنی اُن کے والدین مشرک تھے)۔ خبردار! بچوں کو جنگ کے دوران قتل نہ کیا جائے ہر جان فطرت پر پیدا ہوتی ہے یہاں تک کہ اُس کی زبان اُس کی فطرت کا اظہار نہ کر دے، پھر اُس کے والدین اُسے یہودی یا نصرانی بناتے ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کفار و مشرکین کے بچوں کو قتل کرنے سے منع فرماتے، اور اگر کوئی مزاحمت کرنے کی کوشش کرتا تو آپ ﷺ اُسے یہ فرماتے: ”کیا تم میں سے بہترین جو لوگ ہیں وہ مشرکین کے بچے نہ تھے جیسا کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اصحاب رسول کہ اُن کے والد یا والدین مشرک تھے۔ تو اِس لئے رسول اللہ ﷺ اِس سے سختی سے منع فرمادیتے۔ اور فرماتے: ”بچوں کا کوئی گناہ یا قصور نہیں ہے، ہر بچہ تو فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہ اُنکے والدین کا جرم ہے کہ اُسے وہ یہودی یا عیسائی بنادیں۔

¹⁶ Abu Dawūd, Sūlaīman bin -Al-Āshāth -al- Sijistānī, Sūnan Abī Dawūd, (Beirut: Maktabah tul 'Āsriya,), 2614.

حتیٰ کہ ایک مرتبہ ایک مشرک عورت کو جب قتل کر دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے سختی سے منع فرمایا چنانچہ حدیث میں ہے:

”عَنْ رَبَاحِ بْنِ رَبِيعٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ، فَرَأَى النَّاسَ مُجْتَمِعِينَ عَلَى شَيْءٍ، فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ: انْظُرْ عَلَامَ اجْتِمَاعِهِ هَؤُلَاءِ؟ فَجَاءَ فَقَالَ: عَلَى امْرَأَةٍ قَتِيلَةٍ، فَقَالَ: ((مَا كَانَتْ هَذِهِ لِثَقَاتِلٍ، قَالَ: وَعَلَى الْمُقَدَّمَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ: قُلْ لِحَالِدٍ: لَا يَفْتُلْنِ امْرَأَةً وَلَا عَسِيفًا)). وفي رواية: ((لَا تَفْتُلْنِ ذُرِيَّةً وَلَا عَسِيفًا)) [18].

”حضرت رباح بن ربیع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک غزوہ میں ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا بہت سے لوگ کسی چیز کے پاس جمع ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کو یہ دیکھنے کے لئے بھیجا کہ لوگ کس چیز کے پاس جمع ہوئے ہیں۔ اُس نے آکر بتایا: ”ایک مقتول عورت کے پاس“ تو فرمایا: ”یہ تو جنگ نہیں کرتی تھی۔“ حضرت رباح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگلے دستے کے کمانڈر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے لہذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کو بھیجا اور فرمایا: ”خالد سے کہنا: ”(مشرکین کی) عورتوں اور خدمت کرنے والوں کو ہر گز ہر گز قتل نہ کرو“ ایک روایت میں ہے: ”بچوں اور خدمت گاروں کو ہر گز ہر گز قتل نہ کرو۔“

کس خوبصورت انداز میں رسول اللہ ﷺ نے حکمت واضح فرمادی کہ یہ عورت قتال تو نہیں کرتی تھی، پھر کیوں اسے قتل کر دیا گیا؟ اور جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمانڈ میں ایک لشکر جانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں خوب تاکید فرمائی کہ کسی مشرک عورت کو قتل نہ کرنا اور نہ ہی غلاموں اور بچوں کو۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کا حُسن سلوک واضح ہو گیا کہ آپ ﷺ بچوں، خواتین اور غلاموں کو قتل کرنے کے خلاف تھے، کیونکہ یہ لاچار ہوتے ہیں جبکہ تلوار ظالم کے خلاف بلند کی جاتی ہے۔

حالتِ جنگ میں امن کا اعلان کرنا

جب بھی کوئی طاقت والی قوم کسی دوسری قوم پر چڑھائی کرتی ہے تو وہ اُس دن کسی کو معاف نہیں کرتی کیونکہ اُس دن اُن کے پاس طاقت ہوتی ہے، وہ بچوں، خواتین، بوڑھے حتیٰ کہ درخت اور جانوروں کو بھی جلادیتے ہیں، ہمارے سامنے ہلا کو خان اور چنگیز خان کی مثالیں موجود ہیں کہ جنہوں نے بغداد میں خون کی وادیاں بہادیں اور بغیر کسی وجہ سے مسلمانوں کا خون بہا دیا۔ اسکے برعکس رسول اللہ ﷺ جب اپنی مکمل طاقت کے ساتھ مکہ المکرمہ میں داخل ہوتے ہیں تو اُس وقت رسول اللہ ﷺ نے سوائے چند ایک گستاخ کے سب کو معاف فرمادیا۔

چنانچہ اس ضمن میں امام مسلم اپنی صحیح میں لکھتے ہیں:

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ (فِي يَوْمِ فَتْحِ مَكَّةَ): مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَلْقَى السَّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَغْلَقَ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ“ [19].

¹⁷ Abu Dawūd, Sūlaīman bin -Al-Āshāth -al- Sijistānī, Sūnan Abī Dawūd, (Beirut: Maktabah tul Āsrīya,), 2669.

¹⁸ Mūsīm Bin -al- ħajaj -al- Qashīrī Nīshapūrī -al- Mūsnaḍ -al- Saḥīḥ -al- Mūkhtasar, (Beirut: Dār Iḥyā -al- Tūrath -al- Arabiyah, 1992), 1780.

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اُسے امان حاصل ہے، جو شخص ہتھیار پھینک دے اُسے امان حاصل ہے، جو شخص اپنے گھر کے دروازے بند کر لے اُسے امان حاصل ہے۔“

یہ رسول اللہ ﷺ کا ابوسفیان کے دل کو سکون دینے اور اُن کی عزت کو مزید بڑھانے کے لئے ایسا اقدام تھا کہ جو بھی ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے گا وہ امن پا جائے گا۔ اور یہ رسول اللہ ﷺ کا خاص منہج تھا کہ جو آپ ﷺ کو زیادہ تکلیف دیتا تو آپ ﷺ اُسکے ساتھ حُسن سلوک کا بھی زیادہ اہتمام فرماتے، اور پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اپنا اسلحہ پھینک دے گا اور اپنا دروازہ بند کر لے گا وہ بھی امن پا جائے گا اور ایسا ہی ہوا جس جس نے مزاحمت کی جیسا کہ عکرمہ کی قیامت میں ایک لشکر نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مزاحمت کی تو چند کفار واصل جہنم ہو گئے اور جو جو مزاحمت سے بچ گیا وہ نجات پا گیا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا حُسن اخلاق ہی تو تھا کہ ابوسفیان کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور حضرت عکرمہ بھی، اور کئی کفار اسلام میں داخل ہو گئے۔

اور یہ رسول اللہ ﷺ کا اعلیٰ اخلاقی نمونہ ہی تو تھا کہ آپ ﷺ نے عام امن کا اعلان کر دیا اور ہر ایک کو معاف فرمادیا، جبکہ رسول اللہ ﷺ کے جانی دشمن، آپ ﷺ کو مکہ سے نکال دینے والے دشمن حتیٰ کہ کئی ایک غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے مد مقابل اور کئی صحابہ و صحابیات کے قاتل لوگ وہاں موجود تھے مگر رحمۃ اللعالمین نبی نے سب کو معاف فرمادیا۔

کفار کے املاک کو نقصان پہنچانے سے منع فرمانا

اسلام میں جہاں پر اُن لوگوں کو قتل کرنا جائز نہیں کہ جو جنگ نہ کریں تو وہی پر کفار کے املاک یعنی اُن کے درخت اور اُن کے جانور اور اُن کی عمارات کو بھی نقصان پہنچانا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے جب غزوہ موتہ کے لئے تیس ہزار کا لشکر جرار تیار کر دیا تو اُن کو اپنی وصیت فرماتے ہوئے چند چیزوں سے منع فرمایا کہ بچوں کو قتل نہ کرنا، درختوں کو مٹ کاٹنا، اُن کی عمارات کو منہدم مت کرنا چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اغزوا باسمِ اللہ فقاتلوا عدوَّ اللہ وعدوکم بالشام، وستجدون فیہا رجلاً فی الصوامع معتزلاً فلا تتعرضوا لہم، ولا تقتلوا امرأة ولا صغیراً ولا بصیراً فانیاً، ولا تقطعوا شجراً ولا تهدموا بناءً))^[20]

کہ اللہ کے نام سے اللہ کے دشمنوں سے شام میں لڑو، عنقریب تمہیں وہاں پر چرچ میں کچھ لوگ ملیں گے جو جنگ سے اعراض کئے ہوئے ہوں گے تم اُن کے درپے مت ہونا، کسی عورت، چھوٹے بچے اور بوڑھے کو قتل مت کرنا، اور نہ ہی کسی درخت کو کاٹنا اور نہ ہی کوئی عمارت منہدم کرنا۔

کیا ہی خوبصورت وصیت فرمائی رسول اللہ ﷺ نے، اور کتنی عظیم جوامع الکلم ارشاد فرمائے چودہ سو سال بعد بھی جنرل اسمبلی نے یہی جنگ کے قوانین رکھیں ہیں کہ جنگ میں بچوں، بوڑھے، خواتین، علماء و صوفیاء کو قتل نہ کیا جائے اور نہ ہی درختوں کو کاٹا جائے اور نہ ہی کسی عمارت کو تباہ کیا جائے۔ املاک کی حفاظت کرنا رسول اللہ ﷺ کا اہم فریضہ ہوتا تھا؛ کیونکہ جس جگہ کو جنگ سے جیتا جاتا وہاں کی عمارات اور درخت بھی مسلمانوں کے ہی حصہ میں آتے۔ اِس لئے رسول اللہ ﷺ کفار کے املاک کو نقصان پہنچانے سے

¹⁹ Muḥammad bin Afifi -al-Bajūrī -al-Khīzrī, Nūr al-Yaqīn fī Sirah Sayyid -al-Mūrslān, (Damīshq: Dar al-Fiḥa'a, 1425 AH), 1/191.

منع کرتے۔ حتیٰ کہ اُن کے علماء کو بھی منع کرتے کیونکہ اللہ جب اُنہیں حقیقت سے آشنا کرتا تو وہ بھی اسلام قبول کر لیتے جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے کہ وہ یہود کے ایک بہت بڑے عالم تھے مگر اسلام کی حقانیت کو جان گئے اور اسلام میں آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ ہر حال میں کفار و مشرکین کے ساتھ بھی حُسن سلوک کو روا رکھتے، کبھی کسی غیر مسلم پر ظلم نہ کرتے اور نہ ہی زیادتی کرتے اور نہ ہی کسی غیر مسلم کا مال ناحق طور پر استعمال کرتے۔ بلکہ جس طرح آپ ﷺ مسلمان کے لئے رحمت تھے ایسے ہی کفار کے لئے بھی آپ ﷺ رحمت تھے۔ اسی لئے حضرت دعثور جب بنو نعلبہ کے سپہ سالار تھے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے تلوار بے نیام لے کر آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! اب آپ کو کون مجھ سے بچائے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ“ تو اُن کے ہاتھ سے تلوار گر گئی تو رسول اللہ ﷺ نے تلوار کو اٹھاتے ہوئے فرمایا: ”دعثور! اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ تو خیر وہی دعثور جو ایک وقت میں کفار کی فوج کا سپہ سالار تھا تو رسول اللہ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کو دیکھ کر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ کفار کے ظلم کے خلاف اُن کے لئے دعائے ہلاکت نہ فرماتے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کو لہو و لہان کر دیا جاتا مگر آپ ﷺ اُن کے لئے ہدایت کی ہی دعا فرماتے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو فرماتے: ”مجھے ان کفار کی نسل سے فرماں بردار نظر آرہے ہیں۔“ طائف والوں اور مکہ والوں نے کیا کیا ظلم نہ کئے تھے رسول اللہ ﷺ پر مگر خاتم النبیین ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر اُن سب کو معاف فرمادیا۔ اور نہ صرف معاف فرمایا بلکہ امن بھی عطا فرمایا۔ اور رسول اللہ ﷺ کفار کو لعن طعن کرنے سے بچتے اور صحابہ کو بھی حکم دیتے۔ اور فرماتے: ”مجھے تو اللہ نے رحمت بنا کر بھیجا ہے نہ کہ لعنت کرنے والا بنا کر۔“

رسول اللہ ﷺ کفار کے خلاف تلوار کبھی اپنی ذات کے لئے نہ نکالتے بلکہ آپ کا مقصد احیائے کلمۃ اللہ ہوتا اور احیائے دین متین ہوتا، حالتِ جنگ میں اگر کسی غیر مسلم کو پانی کی ضرورت ہوتی تو آپ ﷺ اُنہیں پانی عطا فرماتے جیسا کہ غزوہ بدر میں ہوا کہ دشمن کے لوگ پانی لینے آتے تو رسول اللہ ﷺ اُنہیں پانی عطا فرمادیتے۔ جنگ کے دوران کفار کی اشکال کو بگاڑنے سے منع کرتے اور کفار کے بچوں، خواتین اور بوڑھوں کو بھی قتل کرنے سے روکتے۔ رسول اللہ ﷺ سختی سے منع فرماتے کہ کفار کے املاک، انکی عبادت گاہوں، انکی کھیتی باڑی اور جانوروں کو بھی حالتِ جنگ میں نقصان نہ پہنچایا جائے۔ حتیٰ کہ کفار کے بچوں کے قتل کرنے سے متعلق کسی صحابی نے عرض کیا: ”حضور! یہ بھی تو کفار کے بچے ہیں انہیں بھی قتل کر دینا چاہئے“ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم بھی تو کفار کی ہی اولاد تھے۔“

”غزواتِ نبویہ ﷺ میں قیدیوں کے ساتھ اخلاقی حسنہ کے مظاہر“

زمانہ جاہلیت میں قیدیوں کے ساتھ نازیبا سلوک کیا جاتا، اُن پر طرح طرح کے عجیب و غریب قسم کے مظالم ڈھائے جاتے، انہیں معاشرہ کا سب سے کمزور طبقہ سمجھا جاتا تھا۔ غلاموں کے چہروں پر مارا جاتا، اُن کے لئے جینے کے لئے کچھ نہ ہوتا بس وہ مرنے کے لئے ہی پیدا ہوتے یہ تصور عام تھا۔ اتنے میں رحمتِ دو عالم حضرت محمد ﷺ کا ظہور ہوا تو جہاں پر آپ نے آزاد والدین، اولاد، رشتہ دار، بیوی اور بچوں کو حقوق عطا فرمائے، وہاں پر آپ ﷺ نے اسیروں اور قیدیوں کو بھی حقوق عطا فرمائے۔ آپ دیکھ لیں آج کے دور میں کس طرح غیر مسلمین مسلمانوں کے قیدیوں کے ساتھ بُرا سلوک کر رہے ہیں، کشمیر، برما، انڈیا، فلسطین، شام اور عراق کے قیدیوں کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ کہیں تو مسلمانوں کی نسل کشی کی جا رہی ہے اور کہیں اُن کی خواتین کے ساتھ ظلم و زیادتی، کہیں مسلمان بچوں کو تعلیم سے دور رکھا جا رہا ہے تو کہیں علاج سے۔ کیا کچھ نہیں ہو رہا ہے مسلم اقوام کے ساتھ مگر دوسری طرف کیا رسول اللہ ﷺ آج سے چودہ برس قبل قیدیوں پر ظلم و ستم کرنے پر قادر نہ تھے؟ کیا رسول اللہ ﷺ کفار کی نسل کشی کرنے پر قادر نہ تھے؟ یہ سب ممکن

تھا اور علاج بھی مگر آپ ﷺ نے ایسا کرنے سے صحابہ کو بھی منع کیا اور ایک بھی مثال ایسی نہیں ملتی کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں کے ساتھ ظلم و ستم کیا ہو، اسکی اجازت دی ہو یا اسے سراہا ہو۔ ذیل میں چند امثلہ ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم

امام طبرانی (متوفی 360ھ) لکھتے ہیں: ”جنگ بدر میں جب کفار کو قیدی بنا کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم فرمایا کہ ان قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہر کیا جائے اور ان کے ساتھ اکرام (Respect) کے ساتھ پیش آیا جائے“ [21]۔

یعنی صرف اس لئے ان پر ہر طرح کی بدسلوکی نہ کی جائے کہ یہ دشمن ہیں اور قیدی بھی بلکہ دشمن ہو اور قید میں بھی تو وہ انسانیت سے نہیں نکلتا تو اسے اس کے انسانی حقوق بہر حال دے جائیں گے اور اسکی انسانیت کی توہین نہیں کی جائے گی۔

قیدیوں کے طعام و لباس کا اعلیٰ انتظام

قیدیوں کے اعلیٰ طعام و قیام اور لباس کا اہتمام کرنا اس سے پہلے شعور نہ تھا بلکہ ان کے تو یہ حقوق سلب کئے جاتے ہیں لیکن رحمت و دعاء ﷺ نے ان کو بھی تمام بنیادی حقوق دیئے اور رسول اللہ ﷺ نے جب اپنے اصحاب کو قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا تو صحابہ نے اس حکم کو عملی جامہ پہناتے ہوئے خود اپنے اپنے گھروں سے ان کے لئے کھانوں کا بندوبست کیا اور ان کے لئے کھانے لے کر آئے“ [22]۔

اور رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں کی جہاں پر خوراک کا خیال رکھا وہاں پر ہی آپ ﷺ نے ان کے لباس کو بھی مد نظر رکھا، چنانچہ جب ہوازن کے قیدی دربار مصطفیٰ ﷺ میں لائے گئے تو آپ ﷺ نے ان کے لئے عمدہ کپڑے خریدنے کا حکم فرمایا اور پھر وہ کپڑے ان قیدیوں کو زیب تن کیے گئے“ [23]۔

یہ رسول اللہ ﷺ کا اخلاق حسنہ ہی تھا ورنہ اس دور میں جہاں پر آدمی کو خود کے لئے پہننے کو کپڑے آسانی سے میسر نہیں ہوتے تھے دوسروں کو اور وہ بھی قیدی کو اعلیٰ لباس دینا کیسے روا ہو سکتا تھا، مگر آقا علیہ السلام قیدیوں کو اچھے اچھے اور عمدہ لباس عطا کرتے تھے۔ اور ان کی عزت نفس کا خیال رکھتے تھے اور یہ رسول اللہ ﷺ کا حسن اخلاق تھا جس نے ان کو اسلام کے ساتھ مانوس کیا اور پھر وہ لوگ ہمیشہ کے لئے اسلام کا طوق غلامی گلے میں ڈال کر دنیا اور آخرت کی قید سے آزاد ہو گئے۔

ایسے ہی امام بخاری (متوفی 256ھ) علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب الجامع الصحیح میں ایک روایت نقل کی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک واضح ہوتا ہے کہ جب بھی کوئی قیدی بن کر آئے تو اس کی عزت نفس کا پورا خیال رکھا جائے۔

²⁰ Abū al-Qasīm Sūlaimān bin Aḥmad -al-Ṭibrānī, -Al-Mūjam -ūl-Kabīr, (Beirūt: Dār Ihya' al-Turath al-'Arabiyyah, 1983), 25.

²¹ 'Imad al-Dīn Abūl -al-Fida Isma'īl Ibn Kathīr, Tafsīr -al-Qūrān -al-'Azīm, (Qūrṭuba: Maktabah ūlad ūl-Sheikh), 8/295.

²² Aḥmad bin al-ḥusayn bin 'Alī Abū Bakr -al-Bayhaqī, dalā -al- nabūwat w m'irifa Saḥīb -al-Sharīa, (Beirūt: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1405), 264/5.

”لَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ أَتَى بِأَسَارَى، وَأُتِيَ بِالْعَبَّاسِ وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ ثَوْبٌ، ((فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ قَمِيصًا، فَوَجَدُوا قَمِيصَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَقْدُرُ عَلَيْهِ، فَكَسَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاهُ، فَلِذَلِكَ نَزَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيصَهُ الَّذِي أَلْبَسَهُ))^[24]۔

”جب بدر کے دن قیدیوں کو دربارِ گوہر بار میں لایا گیا تو ان میں (رسول اللہ ﷺ کے چچا) حضرت عباس بھی تھے اور ان پر کوئی کپڑا نہیں تھا پس رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے عبد اللہ بن ابی (رئیس المنافقین) سے قمیض لے لی (کیونکہ وہ قدمیں ان کے برابر تھا) اور وہ حضرت عباس کو پہنا دی، پس اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کو حالتِ نزع میں اپنی قمیض پہنائی تھی۔“ (تاکہ احسان اس دنیا میں اُتر جائے)

یہ رسول اللہ ﷺ کا قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ تھا کہ حضرت عباس کے پاس عمدہ لباس نہ تھا تو آپ نے ان کے لئے عمدہ لباس کو دیکھا آپ طویل القامت تھے، کسی کا لباس آپ کو پورا نہ آیا تو عبد اللہ بن ابی کا لباس لے کر آپ کو پہنایا گیا اور پھر جب وہ منافق مرنے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے اُسے اپنا کرتہ عطا فرمایا جس میں اُسے دفنایا گیا اور اُس میں ہی اُسے کفن دیا گیا تاکہ اُس کے اچھے کام کا اجر اسی دنیا میں ہی مل جائے۔ علامہ بدر الدین عینی اور ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ اور اکثر شراحِ حدیث اس مذکورہ حدیث کے تحت لکھتے ہیں: ”کہ بدر کے مشرکین قیدی برہنہ حالت میں پیش کئے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو کپڑے پہنائے کیونکہ مشرکین کی شرمگاہ کو بھی دیکھنا جائز نہیں ہے اور یہ آپ ﷺ کا احسانِ عظیم تھا ان قیدیوں پر اور حسنِ اخلاق کا ایک نمایاں نمونہ تھا^[25]۔

قیدیوں کی رہائش گاہ کا انتظام

عرب میں یہ دستور تھا کہ قیدیوں کے ساتھ انتہائی نازیبا سلوک کیا جاتا جس سے ان کی عزتِ نفس کو بہت مجروح کیا جاتا اور ان کے ساتھ بدترین جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا۔ لیکن جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کے طعام و لباس کا عمدہ انتظام فرمانے کے ساتھ ان کے رہنے کے لئے بھی اچھی جگہ میں رکھنے کا حکم فرمایا تاکہ ان کی انسانی عزت مجروح نہ ہو اس لئے قیدی آپ کی قید میں آزاد سے زیادہ آسانی محسوس کرتے۔ تو آپ ﷺ قیدیوں کے لئے یا تو کسی صحابی کے گھر کو منتخب فرماتے اور یہ کسی اعزاز سے کم نہ ہوتا ان کے لئے تو وہ صحابی اُس کی رہائش کے علاوہ خاطر خواہ اُس قیدی کی خدمت بھی کرتا جیسا کہ تفسیر روح المعانی میں ہے: ”حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی قیدی لایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے حوالے کرتے، اس سے فرماتے کہ اس قیدی کے ساتھ حسن سلوک کرو، وہ قیدی ان کے پاس دو تین دن رہتا، اس صحابی کا عالم یہ ہوتا کہ وہ اپنی ذات پر قیدی کو ترجیح دیتے“^[26]۔ اور یہ تاریخِ انسانی میں منفرد انداز ہے کہ قیدی کو گھر میں رکھا جاتا اور دوسرا مقام جس میں قیدیوں کو رکھا جاتا وہ مسجد ہوتی، اور مسجد میں رکھنے کا بڑا سبب یہی تھا کہ یہ قیدی مسلمانوں کی عبادت کو دیکھیں اور انکے دل نرم ہو سکیں اور یہ اسلام سے

²³ Muḥammad bin ‘Ismael -al- bŪkharī, Al jamŪ -al- mŪsnad al saḥīḥ bŪkharī, (Dār tŪq -al- Najāt, 1422H), 3008.

²⁴ Aḥmad bin HŪsain -al- Ghaītabī -al- Ḥanīf Badr Ūl-Dīn -al- ‘Aīny, ‘Imada -al- Qarī Sharḥ Saḥīḥ Al- bŪkharī, (Beirūt: Dār Iḥyā -al- TŪrath -al- ‘Arabiyah), 257/14.

²⁵ Shaḥāb Ūl-Dīn Maḥmud bin ‘AbdŪllāḥ -al- HŪsseīnī -al- Ālusī, RŪḥ al-Mā‘anī fī Tafsīr -al- QŪrān -al- ‘Azīm w- Sab Ūl-Masthanī, (Beirūt: Dār al-Kutub al- ‘Ilmiyah, 1415 AH), 29/155.

متاثر ہوں۔ اور پھر پانچ وقت مختلف لوگوں سے ملنے اور بات چیت کا موقع ملتا ہے۔ اسلام میں قید کا مقصد صرف سزا نہیں بلکہ اُن کی اصلاح بھی ہے۔

امام بخاری (متوفی 256ھ) علیہ الرحمہ نے اپنی الجامع میں ایک باب کا عنوان یہ رکھا ہے: ”باب الاغتسال إذا أسلم، وربط الأسير أيضا في المسجد“ باب کا عنوان ہے کہ جب کوئی شخص اسلام لائے تو وہ غسل کرے اور قیدی کو مسجد میں پابند کرنا، اس باب میں ہے ”كان شريح: “يأمر الغريم أن يحبس إلى سارية المسجد“ کہ قاضی شریح قیدی کے بارے حکم دیتے تھے کہ اسے مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دو“ اور اس کے بعد حضرت ثمامہ ابن اثال کے اسلام کی روایت درج کی گئی ہے:

”بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قَبْلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ: ثُمَامَةُ بْنُ أَثَالٍ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ»، فَانْطَلَقَ إِلَى نَحْلِ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَاعْتَسَلَ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ،^[27] کہ رسول اللہ ﷺ نے نجد کی طرف ایک گھڑ سوار لشکر بھیجا تو ان میں بنی حنیفہ میں سے ایک شخص کو قیدی بنا کر لایا گیا جسے ثمامہ بن اثال کہتے ہیں، پس صحابہ نے اُسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا جب رسول اللہ ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اِسے آزاد کر دو“، تو وہ مسجد کے قریب ایک باغ کے پاس گیا اور وہاں پر غسل کیا پھر مسجد میں آیا اور کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ ثمامہ نے جو منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور جو اخلاق کا ملاحظہ وہ کر چکا ہے اب اُسے آزاد کیا جائے تو یہ اسلام قبول کئے بغیر واپس نہیں جائے گا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اُسے آزاد فرما دیا اور پھر ثمامہ نے ہمیشہ کے لئے خود کو آپ ﷺ کی غلامی میں دے دیا۔ اگر آپ ﷺ حضرت ثمامہ کو آزاد نہ کرتے یا پھر انہیں آگے فروخت کر دیتے تو یہ آپ ﷺ کا حق بھی تھا اور رواج بھی لیکن آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کے برعکس تھا اس لئے آپ ﷺ نے اُسے فروخت نہیں کیا بلکہ اُسے ہمیشہ کے لئے گویا خرید لیا۔

دین اسلام سے پہلے یہ رواج چلا آ رہا تھا کہ جنگ کی صورت میں فاتح مفتوح کے تمام جنگی قیدیوں کو غلام بنالیا کرتا تھا اور اس سے نہایت ہی غیر انسانی سلوک کیا کرتا تھا۔ نہ صرف فوجیوں کو بلکہ ان کے ساتھ ساتھ مفتوحہ ممالک کے عام لوگوں کو بھی غلام بنالیا جاتا تھا۔ بین الاقوامی قانون کے تحت، 1950ء میں جینیوا کنونشن کے نافذ ہونے تک یہ سلوک جائز اور درست سمجھا جاتا تھا۔ جینیوا کنونشن سے تیرہ سو برس پہلے ہی قرآن مجید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی ہی میں جنگی قیدیوں سے انسانی سلوک کرنے کی تلقین فرمائی۔

چنانچہ باری تعالیٰ نے اہل ایمان کی یہ علامت بیان فرمائی ہے:

﴿وَيُطْعَمُونَ الْطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكْرًا﴾^[28]۔

²⁶ Muḥammad bin ‘Ismael -al- bŪkharī, Al jamŪ -al- mŪsnad al saḥīḥ bŪkharī, (Dār tŪq -al- Najāt, 1422H), 462.

²⁷ Daḥr 76:8-9.

اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیہ (قیدی) کو ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔

مسلمانوں کی پہلی باقاعدہ جنگ، جنگ بدر کے موقع پر قیدیوں سے متعلق یہ قانون بیان کر دیا گیا۔

﴿فَإِذَا لَقِيتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْنَتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فِئَامًا مِّنَّا بَعْدُ وَإِذَا فِدَاءٌ حَتَّىٰ تَصْنَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا﴾ [29]۔

تو جب کافروں سے تمہارا سامنا ہو تو گردنیں مارنا ہے (یعنی انکو قتل کرو) یہاں تک کہ جب انہیں خوب قتل کر لو تو مضبوط باندھو پھر اس کے بعد چاہے احسان کر کے چھوڑ دو چاہے فدیہ لے لو، یہاں تک کہ لڑائی اپنا بوجھ رکھ دے۔

اس آیت میں جنگی قیدیوں کے ساتھ دو ہی معاملات کرنے کا حکم دیا گیا۔ ایک تو یہ کہ انہیں بطور احسان رہا کر دیا جائے اور دوسرا یہ کہ انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام جنگوں کا اگر تفصیل سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کے بین الاقوامی جنگی قانون کے تحت بسا اوقات دشمن کے جنگی قیدیوں کو غلام بنایا گیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذاتی طور پر کوشش کر کے انہیں غلامی سے نجات دلائی۔ بسا اوقات آپ نے خود فدیہ ادا کر کے دشمن کے جنگی قیدیوں کو رہائی عطا فرمائی۔ بعض اوقات آپ نے دشمن ہی کی کسی خاتون سے سسرالی رشتہ قائم کر کے مسلمانوں کو اس بات کی ترغیب دی کہ وہ ان جنگی قیدیوں کو آزاد کر دیں اور بعض اوقات آپ نے ذاتی طور پر ترغیب دلا کر ان قیدیوں کو غلامی سے بچایا۔ یعنی آپ نے ہمیشہ غلاموں کو آزاد کرنے کو ترجیح بھی دی اور ترغیب بھی۔

اگر دیکھا جائے تو رسول اللہ ﷺ سے لڑنے والی چار بڑی اقوام تھیں جن میں قریش مکہ، عرب کے یہود، لوٹ مار کرنے والے وحشی عرب قبائل، سلطنتِ روم۔ ان چاروں گروہوں سے رسول اللہ ﷺ نے اپنی ساری زندگی میں 72 سے زائد لشکر بھیجے مگر سب کے ساتھ وہی سلوک ہوا جو قرآن میں اللہ نے بیان کیا ہے یا تو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا یا پھر احسان و نیکی کے ساتھ رہا کر دیا گیا اور بہت کم ایسے تھے کہ جن کو غلام بنا کر رکھا گیا اور جن کو غلام بنایا گیا ان کے مکمل حقوق کو ملحوظ خاطر رکھا گیا اور پھر اسلامی قوانین کے تحت مختلف طرح ان کو آزاد کرنے کے طریقے وضع کئے گئے مثلاً اگر کوئی شخص غلطی سے کسی مسلمان کو قتل کرے تو اس کا کفارہ ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا ہے، ایسے ہی قسم کو توڑنے، ظہار کرنے وغیرہ ہر مقام پر اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو غلام آزاد کرنے کا حکم کرنے کا حکم دیا۔ اور یہ رسول اللہ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کی ہی علامت تھی۔ اور قیدیوں کی ضروریات کو پورا کیا جاتا، کچھ عرصہ ان سے خدمت لینے کے بعد انہیں احسن طریقے سے رہا کر دیا جاتا، دورانِ قید، قیدیوں کی اخلاقی تربیت کی جاتی۔ انہیں اخلاقیات پڑھائی جاتی اور انہیں اسلام کی تعلیم دی جاتی اگر کوئی قیدی اسلام قبول کر لیتا تو اسے فوراً رہا کر دیا جاتا اور حکومتی سطح پر کفار قیدیوں کو مسلمان قیدیوں کے عوض تبادلہ بھی کر لیا جاتا۔

قیدی خواتین / لونڈیوں اور باندیوں کے ساتھ حسن سلوک

اہل عرب میں یہ رواج تھا کہ مردوں کی طرح خواتین بھی جنگ کا حصہ ہوتیں، مگر مسلمانوں کے برعکس کفار کی خواتین کا کام جنگ میں ناچ گانا اور فوجیوں کی راحت و سکون ہوا کرتا تھا۔ جب کہ اسلام میں یہ سب ممنوع ہے اگر کوئی مسلمہ عورت جنگ کا حصہ بنتی تو وہ مسلمانوں کی جرح پٹی کا کام کرتی اور ان کو پانی پلانے کا۔ اور جب جنگ مسلمان جیت لیتے اور ان کے لوگ گرفتار ہو جاتے تو وہ مرد و عورت حسب رواج مسلمانوں کے غلام و باندیاں بن جاتے تو کفار کے مال و دولت کی طرح ان کی خواتین بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آ جاتیں۔ ان خواتین کو لونڈی یا باندی کا نام دیا جاتا۔

کفار کی خواتین کو فی الفور رہا کرنے کی بجائے انہیں مسلمان مجاہدین کے حصے میں دے دیا جاتا اور ان خواتین کو کم و بیش وہی حقوق (Rights) حاصل ہوتے جو مسلمانوں کی ازواج کو ہوتے۔ اور وہ مسلمانوں کے قبضہ میں رہتیں اور اگر کسی طرح ان کو وہ خاوند پسند نہ ہوتے یا وہ آقا پسند نہ ہوتے تو انہیں یہ حق دیا گیا تھا کہ وہ مکاتب^[30] کر لیں یا ام ولد^[31] کا اعزاز حاصل کر لیں۔ اور ایسا اس لئے ہوتا تھا کہ عرب کی خواتین میں سے جس کا جنگ میں شوہر، باپ یا بھائی قتل ہو جاتا تو وہ اپنی عزت کو فروخت کر کے اپنا پیٹ پالتی تھی مگر اسلام نے ایسی خواتین کو مردوں کے حصے میں دے دیا اور حکم دیا کہ جیسے تم کھاؤ ایسے ہی ان غلاموں و لونڈیوں کو کھاؤ، اور جیسا تم پہنو ویسا ہی ان کو پہناؤ؛ تاکہ یہ معاشرہ میں کسی غیر اخلاقی حرکت کا باعث نہ بنیں اور نہ ہی معاشی پریشانی کا شکار ہو کر خود کشی کریں۔ کفار کے برعکس مسلمانوں نے ہمیشہ لونڈیوں کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا اور خود رسول اللہ ﷺ کا سلوک تو بہت ہی بے مثال تھا جسکی چند امثلہ ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔

غزوات النبی ﷺ میں قیدیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ

1. غزوہ بدر میں ستر قیدی پکڑے گئے جو فدیہ دے سکا تو وہ آزاد ہو گیا اور جو فدیہ نہ دے سکا تو اسے کہا گیا کہ وہ مسلمانوں کے بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھائے اور پھر اسے رہا کر دیا گیا۔ اور کچھ قیدیوں کے بطور احسان رہا کر دیا گیا۔
2. غزوہ بنی قینقاع میں اس قبیلہ کے قلعہ کا جب پندرہ روز تک محاصرہ کیا گیا تو وہاں سے ان سب کو قیدی بنالیا گیا جو بعد میں ان سب کو رسول اللہ ﷺ نے رہا کر دیا۔
3. غزوہ ذی امر میں دشمنوں کا ایک شخص قیدی بنا جو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔
4. غزوہ خیبر کے موقع پر حنی بن اخطب کی بیٹی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد کر کے ان سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح کیا اور یوں ان سے سسرالی رشتہ قائم فرمایا اور صحابہ کو ترغیب دلائی کہ اس قبیلہ کے لوگوں کو آزاد کر دیا جائے۔
5. مسلمانوں اور قریش کے درمیان حدیبیہ میں دس سال تک جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہوا تھا۔ قریش نے اس معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنو خزاعہ پر حملہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس معاہدے کی خلاف ورزی کے جرم میں مکہ پر حملے کی تیاری شروع کر دی۔ جب قریش کو اس کا علم ہوا تو ان کے سردار ابوسفیان رضی اللہ عنہ معاہدے کی تجدید کے لئے

²⁹ آقا کا غلام سے مالی معاہدہ کرنا کہ وہ اسے جب قسط وار مقررہ مقدار مال ادا کر دے گا تو آزاد ہو جائے گا۔

³⁰ ام ولد اس زر خرید کنیز کو کہا جاتا ہے جو اپنے مالک کے بچے کی ماں بن جائے۔ ماں بنتے ہی اس کنیز کو بیچنا حرام ہو جاتا ہے اور کئی احکام میں وہ آزاد عورت کے احکام پر عمل کرتی ہے۔ نیز اپنے مالک کی موت کے ساتھ ہی آزاد ہو جاتی ہے۔

مدینہ آئے لیکن انہیں انکار کر دیا گیا۔ اس کے بعد حضور نے دس ہزار صحابہ کے لشکر کے ساتھ مکہ پر حملہ کیا اور بغیر جنگ کے اسے فتح کر لیا۔ مکہ کے تمام افراد کو فتح کے بعد قیدی بنانے کی بجائے انہیں بطور احسان آزاد کر دیا گیا۔

6. غزوہ حُنین میں رسول اللہ ﷺ نے 6000 افراد کو جنگی قیدی بنایا مگر بعد میں سب کو رہا کر دیا وہ اس طرح بنو ہوازن کا ایک گروہ مسلمان ہو کر دربارِ مصطفیٰ ﷺ میں حاضر ہو گیا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ ان قیدیوں کو رہا کریں تو آپ ﷺ نے اپنے حصے کے غلاموں کو رہا کر دیا، اور باقی صحابہ کو بھی ترغیب دلائی وہ بھی اپنے اپنے حصے کے قیدیوں کو رہا کرتے گئے۔ یہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کا قیدیوں کے ساتھ حُسن سلوک کا ہی تو مظاہرہ تھا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر اور سریہ بنی فزارہ کے قیدیوں سے فدیہ لے کر رہا کر دیا، یعنی بدر کے قیدیوں سے فدیہ لیکر انہیں آزادی عطا فرمادی یا پھر انہیں کہا گیا کہ وہ مسلمانوں کے بچوں کو پڑھائیں، اور سریہ بنی فزارہ کے قیدیوں کے عوض مسلمان قیدیوں کو چھڑایا گیا۔

اکثر بڑی جنگوں جن میں بالخصوص غزوہ بنو قینقاع، بنو نضیر، حدیبیہ اور فتح مکہ شامل ہیں میں قیدیوں کو بطور احسان رہا کر دیا گیا۔ جبکہ چار غزوات یعنی غزوہ بنو عبدالمصطلق، بنو قریظہ، خیبر اور حنین کے غزوات شامل ہیں میں قیدی بنائے گئے مگر وہ بھی بعد میں رہا کر دیئے گئے کسی عوض میں یا پھر بطور احسان یا پھر بطور شفاعت۔

حضرت ثمامہ بن اثال کے ساتھ حُسن سلوک کا واقعہ

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر نجد کی طرف بھیجا تو وہ بنو حنیفہ کے ایک آدمی کو لائے جسے ثمامہ بن اثال اہل یمامہ کا سردار کہا جاتا تھا۔ صحابہ نے اسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: ”اے ثمامہ کیا خبر ہے؟ اس نے عرض کیا: ”اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! خیر ہے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قتل کریں تو ایک خونی آدمی کو قتل کریں گے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم احسان فرمائیں تو شکر گزار آدمی پر احسان کریں گے اور اگر مال کا ارادہ فرماتے ہیں تو مانگیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت کے مطابق عطا کیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ویسے ہی چھوڑ کر تشریف لے گئے یہاں تک کہ اگلے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے ثمامہ! تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: ”میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم احسان کریں تو ایک شکر گزار پر احسان کریں گے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قتل کریں تو ایک خونی آدمی کو ہی قتل کریں گے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مال کا ارادہ رکھتے ہیں تو مانگیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالبہ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا جائے گا۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسی طرح چھوڑ دیا یہاں تک کہ اگلے روز آئے تو فرمایا: ”اے ثمامہ تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: ”میری وہی بات ہے جو عرض کر چکا ہوں، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم احسان فرمائیں تو ایک شکر گزار پر احسان کریں گے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قتل کریں تو ایک طاقتور آدمی کو ہی قتل کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مال کا ارادہ کرتے ہیں تو مانگیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالبہ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا جائے گا، رسول اللہ نے فرمایا: ”ثمامہ کو چھوڑ دو، وہ مسجد کے قریب ہی ایک باغ کی طرف چلا، غسل کیا پھر مسجد میں داخل ہوا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم زمین

پر کوئی ایسا چہرہ نہ تھا جو مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے زیادہ مغنوس ہو پس اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس مجھے تمام چہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے اور اللہ کی قسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر سے زیادہ ناپسندیدہ شہر میرے نزدیک کوئی نہ تھا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر میرے نزدیک تمام شہروں سے زیادہ پسندیدہ ہو گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر نے مجھے اس حال میں گرفتار کیا کہ میں عمرہ کا ارادہ رکھتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مشورہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بشارت دی اور حکم دیا کہ وہ عمرہ کرے جب وہ مکہ آیا تو اسے کسی کہنے والے نے کہا: ”کیا تم ”صابی“ یعنی بے دین ہو گئے؟ اس نے کہا: ”نہیں بلکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا ہوں، اللہ کی قسم تمہارے پاس یمامہ سے گندم کا ایک دانہ بھی نہ آئے گا یہاں تک کہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت مرحمت نہ فرمادیں“ [32]۔

اس واقعہ سے رسول اللہ ﷺ کی اپنی قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کی واضح مثال نظر آرہی ہے۔ حضرت ثمامہ بن اثال ایک طاقتور اور مالدار انسان تھے، تین بار انہوں نے آفر کی کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو مال و دولت چاہئے تو بتائیں وہ آپ کو مال و دولت دینے کو تیار تھے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے بغیر کسی دولت و لالچ کے انہیں آزاد کر دیا کیونکہ آپ ﷺ نگاہ نبوت سے دیکھ رہے تھے کہ یہ ایمان لائیں گے اور ہوا بھی ایسا ہے اور پھر وہی شخص جس نے کہا کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے مجھے رسول اللہ ﷺ سب سے ناپسندیدہ شخصیت تھے مگر اسلام لاتے ہی اُن کا سینہ منور بایمان ہو گیا اور دل نور الہی سے بھر گیا اور کہنے لگے اب مجھے آپ سے زیادہ خوبصورت اور پیارا کوئی نہیں لگتا۔ اور آپ ﷺ کے شہر سے زیادہ اچھا شہر کوئی نہیں لگتا۔ یہ سب رسول اللہ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کی ہی مثال تھی کہ قیدی بھی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

مطمع بن عدی اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان

یہ قبیلہ قریش کا ایک مشرک سردار تھا جس نے رسول اللہ ﷺ کے لئے نمایاں کردار ادا کیا، جب رسول اللہ ﷺ کو اور آپ کے قبیلہ بنو ہاشم کو محصور کر کے شعب ابی طالب میں بھیج دیا گیا تو اس مہم کو ختم کروانے میں سب سے بڑا کردار اسی کا ہی تھا اور پھر عرب کے دستور کے مطابق دوبارہ مکہ میں آنے کے لئے یہ بھی ضروری تھا آپ ﷺ کسی عرب سردار کی امان میں، تو اس سلسلہ میں بھی مطمع بن عدی نے نمایاں کردار ادا کیا، یہی وہ شریف النفس انسان تھا کہ جس کے چاروں بیٹوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی تلواروں کے سایہ میں مکہ میں داخل کیا اور امان دی جبکہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ کے کئی سرداروں کو پیغام بھجوایا تھا مگر قبول اسی نے ہی کیا مگر یہ شخص غزوہ بدر سے پہلے ہی ایک سو سال کی عمر پا کر فوت ہو گیا۔

³¹ Mūsīm Bin -al- ḥajaj -al- Qashīrī Nīshapūrī -al- Mūsnaḍ -al- Ṣaḥīḥ -al- Mūkhtasar, (Beirūt: Dār Iḥyā -al- Tūrath -al- Arabiyah, 1992), 1764.

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: ”بدر کی فتح کے بعد جب ستر مشرکین مکہ بطور قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے تو نبی کریم ﷺ اُس وقت بھی مطعم بن عدی کا احسان نہیں بھولے اور فرمایا: ”اگر آج مطعم زندہ ہوتا اور ان قیدیوں کو آزاد کرنے کے لیے مجھے سفارش کرتا تو میں ان تمام قیدیوں کو اُس کی خاطر آزاد کر دیتا“ [33]۔

حاتم طائی کی اولاد بارگاہِ مصطفیٰ میں

ربیع الآخر ۹ھ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماتحتی میں ایک سو پچاس سواروں کو اس لئے بھیجا کہ وہ قبیلہ ”طی“ کے بت خانہ کو گرا دیں۔ ان لوگوں نے شہرِ فلس میں پہنچ کر بت خانہ کو منہدم کر ڈالا اور کچھ اونٹوں اور بکریوں کو پکڑ کر اور چند عورتوں کو گرفتار کر کے یہ لوگ مدینہ لائے۔ ان قیدیوں میں مشہور سخی حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی۔ حاتم طائی کا بیٹا عدی بن حاتم بھاگ کر ملکِ شام چلا گیا۔ حاتم طائی کی لڑکی جب بارگاہِ رسالت میں پیش کی گئی تو اس نے کہا یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں ”حاتم طائی“ کی لڑکی ہوں۔ میرے باپ کا انتقال ہو گیا اور میرا بھائی ”عدی بن حاتم“ مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا۔ میں ضعیفہ ہوں آپ مجھ پر احسان کیجئے خدا آپ پر احسان کرے گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو چھوڑ دیا اور سفر کے لئے ایک اونٹ بھی عنایت فرمایا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں ڈوپٹہ عطا فرمایا۔ یہ مسلمان ہو کر اپنے بھائی عدی بن حاتم کے پاس پہنچی اور اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاقِ نبوت سے آگاہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت زیادہ تعریف کی۔ عدی بن حاتم اپنی بہن کی زبانی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلقِ عظیم اور عاداتِ کریمہ کے حالات سن کر بے حد متاثر ہوئے اور بغیر کوئی امان طلب کئے ہوئے مدینہ حاضر ہو گئے۔ لوگوں نے بارگاہِ نبوت میں یہ خبر دی کہ عدی بن حاتم آگیا ہے۔ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انتہائی کریمانہ انداز سے عدی بن حاتم کے ہاتھ کو اپنے دستِ رحمت میں لے لیا اور فرمایا کہ اے عدی! تم کس چیز سے بھاگے؟ کیا ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہنے سے تم بھاگے؟ کیا خدا کے سوا کوئی اور معبود بھی ہے؟ عدی بن حاتم نے کہا کہ ”نہیں“ پھر کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گئے ان کے اسلام قبول کرنے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس قدر خوشی ہوئی کہ فرطِ مسرت سے آپ کا چہرہ انور چمکنے لگا اور آپ نے ان کو خصوصی عنایات سے نوازا³⁴۔

یہ واقعہ اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ اسلام رسول اللہ ﷺ نے ظلم و ستم سے نہیں بلکہ پیار و محبت سے پھیلایا ہے۔ جسے رسول اللہ ﷺ قید سے آزاد کر رہے تھے وہ اور اُسکا بھائی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسلام کی قیود میں آگئے۔ جو رسول اللہ ﷺ کے بارے غلط تاثر رکھتے تھے وہ آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر عرب کے شرفاء کے خاندان سے کوئی قیدی بن کر آتا تو رسول اللہ ﷺ نہ صرف انہیں آزاد فرما دیتے بلکہ اُن کی شایانِ شان انہیں لباس، سواری اور کھانا عطا فرماتے۔ جیسے حاتم طائی کی بیٹی کو رسول اللہ ﷺ نے عمدہ سواری، سر پر چادر اور کھانا عطا فرمایا، تحفہ کے طور

³² Aḥmad bin Hūsain -al- Ghaṭṭabī -al- Ḥanīf Badr Ūl-Dīn -al- ‘Aīny, ‘Imada -al-Qarī Sharḥ Saḥīḥ Al- bŪkharī, (Beirūt: Dār Ihya -al- TŪrath -al- ‘Arabīyah), 119/17.

³³ Muḥammad al-Zarqanī al-Malikī, Sharḥ al-Zarqanī ‘Al- MŪḥb -al- DŪnyah al- Muḥammadīyah, (Beirūt: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyah, 1417 AH), 53/3.

پر اُس کے سر پر چادر عنایت فرمادی۔ آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق سے وہ اس قدر متاثر ہوئی کہ شام میں اپنے بھائی کو بھی لے کر دربارِ مصطفیٰ ﷺ میں حاضر ہو گئی اور دونوں نے اسلام قبول کر لیا۔

ابوسفیان اور اُسکے ساتھی قیدیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک

فتح مکہ سے قبل جب رسول اللہ ﷺ ایک عظیم لشکر لے کر نکلے تو رات کو مکہ سے باہر ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، اُدھر ابوسفیان اور اس کے ساتھی سردار رات کو شہر مکہ کی گشت پر نکلے، تو یہ ان گنت روشنیاں دیکھ کر واقعی حیران و ششدر رہ گئے۔ ابوسفیان کہنے لگا: ”خدا کی قسم میں نے آج تک اتنا بڑا لشکر اور آگ نہیں دیکھی“، وہ ابھی یہ اندازے ہی لگا رہے تھے کہ اتنا بڑا لشکر کس قبیلے کا ہو سکتا ہے؟ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں مسلمانوں کے گشتی دستے نے ان کو پکڑ لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دشمن اسلام ابوسفیان کو قتل کرنا چاہا لیکن رسول اللہ ﷺ تو اس کے لیے پہلے امن کا اعلان کر چکے تھے کہ ابوسفیان بن حرب کسی کو ملے تو اسے کچھ نہ کہا جائے۔ یہ گویا آپ ﷺ کی طرف سے ابوسفیان کی ان مصالحانہ کوششوں کا احترام تھا جو اس نے معاہدہ شکنی کے خوف سے مدینے آکر چالاکی سے کی تھیں اور ان کی کوئی قیمت نہ تھی، لیکن آپ ﷺ کی رحمت بھی تو بہانے ڈھونڈتی تھی“ [35]۔

چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان کو پناہ دی۔ صبح جب ابوسفیان دوبارہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ابوسفیان! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم گواہی دو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟“۔ تب ابوسفیان نے بے ساختہ یہ گواہی دی کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، آپ ﷺ نہایت حلیم، شریف اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ اگر خدا کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو ضرور ہماری مدد کرتا البتہ آپ ﷺ کی رسالت کے قبول کرنے میں ابھی کچھ تاثر ہے [36]۔ لیکن اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا۔

ان واقعات و حالات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اپنوں کے ساتھ بھی محبت فرماتے اور غیروں کے ساتھ مزید محبت و حُسنِ سلوک کا مظاہرہ فرماتے۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ کی کوششوں کا ہی نتیجہ تھا کہ ابوسفیان جیسے قریش عرب کے سردار اور ثمامہ بن اثال جیسے طاقتور لوگ بھی اسلام میں آ گئے۔ کچھ عرصہ پہلے فروری 2019ء میں انڈیا کے چند پائلٹ پاکستان کی حد میں آئے، پاک فوج کے جوانوں نے اُن کا تعاقب کیا اور ایک غیر مسلم پائلٹ ”ابھی نندن“ نامی پکڑا گیا، مگر پاکستانی افواج نے کیا خوب حُسنِ سلوک کا مظاہرہ کیا، اور عزت کے ساتھ اُسے رہا بھی کر دیا۔ یہ باہمی مصالحت کی اچھی مثال ہے جس کے پیچھے آپ ﷺ کی حُسنِ سیرت کا نمونہ موجود ہے۔

قیدیوں کے لئے رسول اللہ ﷺ کی وصیت

³⁴ ‘Abdul Malik Bin Hasham, AlsiratU -al- nbviya libin Hasham, (Beirut: Dār -al- Jaīal, 1411H), 90/4.

³⁵ ‘Abdul Malik Bin Hasham, AlsiratU -al- nbviya libin Hasham, (Beirut: Dār -al- Jaīal, 1411H), 46/4.

رسول اللہ ﷺ قیدیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی وصیت فرمایا کرتے تھے اور انہیں کسی طرح کی کوئی تکلیف نہ پہنچے اس بارے رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کو ترغیب دلاتے۔ اس بارے احادیث میں وضاحت سے موجود ہے۔

عَنْ أَبِي عَزِيزٍ بْنِ عُمَيْرِ بْنِ أَخِي مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ: كُنْتُ فِي الْأَسَارَى يَوْمَ بَدْرٍ، فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: «اسْتَوْصُوا بِالْأَسَارَى خَيْرًا» ، وَكُنْتُ فِي نَفَرٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَكَانُوا إِذَا قَدِمُوا غَدَاءَهُمْ أَوْ عَشَاءَهُمْ أَكَلُوا التَّمْرَ وَأَطْعَمُونِي الْخُبْزَ بِوَصِيَّةِ آلِهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاهُمْ^[37]۔

”حضرت ابو عزیز بن عمیر بن اخي مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بدر کے دن قیدیوں کے ساتھ تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”قیدیوں کے ساتھ بھلائی کرو“، اور میں انصار کے ایک گروہ کے ساتھ تھا جب کبھی ان کو صبح و شام کھانا پیش کیا جاتا تو وہ خود کھجور کھاتے اور مجھے روٹی دیتے صرف اس وجہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں وصیت کی تھی۔“

اس سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح حالتِ جنگ میں بھی قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ فرماتے اور خود بھی اس پر عمل کرتے اور دوسروں کو بھی اس پر عمل کرنے کو حکم دیتے، جیسا کہ اس حدیثِ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا اور پھر صحابہ نے اُس کی عملی تصویر بن کر دکھایا اور خود کھجوریں کھا کر گزارا کرتے اور اپنے ساتھ قیدیوں کو روٹیاں کھلاتے۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ اُس زمانہ میں روٹی ملنا بہت مشکل کام تھا صحابہ جو کی روٹی کھاتے اور وہ بھی بڑی مشکل سے ملتی، لیکن جب وہ بھی روٹی پیش کی جاتی تو صحابہ کرام خود تو کھجوریں کھا لیتے اور قیدیوں کو روٹیاں کھلاتے، یہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کا وہ حصہ تھا کہ جس پر صحابہ نے عمل کیا اپنے تو دور انہوں کے کفار و مشرکین کے ساتھ بھی وہ سلوک کر دکھایا کہ غیر بھی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

کُتُبِ تاریخ کی ورق گردانی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور اسلام سے بڑھ کر کسی مذہب اور تحریک نے قیدیوں کے ساتھ اتنا اچھا سلوک کبھی نہیں کیا جتنا کہ اسلام نے کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کی روشنی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ قیدیوں کے ساتھ اتنا اچھا سلوک فرماتے کہ وہ آپ ﷺ کے حسن سلوک کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیتے۔ قیدیوں کو یا تو مسجد میں رکھا جاتا یا پھر کسی نہ کسی صحابی کے گھر میں ٹھہرایا جاتا، ابتداءً اسپیشل کوئی قید خانہ موجود نہ تھا مگر پھر بھی ان کی سہولیات کے پیش نظر احسن اقدامات اٹھائے جاتے۔ قیدیوں کو اعلیٰ قسم کے کھانے جو صحابہ خود کھاتے وہی انہیں بھی پیش کیے جاتے۔ ان کے لباس کا بھی خیال رکھا جاتا۔ جس زمانہ میں خود پہنے کو بمشکل لباس دستیاب ہوتا تھا وہیں پر قیدیوں کو اعلیٰ لباس مہیا کیا جاتا۔

غزواتِ النبی ﷺ میں قیدی ہونے والی خواتین لونڈیوں، باندیوں اور بچوں کے ساتھ انتہائی نرمی کا سلوک اپنایا جاتا۔ ان خواتین کو یا تو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا جاتا یا پھر انہیں ام ولد بنا کر ان سے اولاد حاصل کی جاتی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد فرما کر ان سے نکاح کیا۔ حاتم طائی کی بیٹی ایک غزوہ میں قیدی ہو کر آئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا ادب و احترام کیا اور ان کے سر پر چادر دے کر انہیں اور ان کے قبیلے والوں کو رہا کر دیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اُسے اعلیٰ قسم کی سواری اور کھانا بھی پیش فرمایا۔

³⁶ Ahmad bin Ayūb Abū al-Qāsim al-Tabaranī, Al-Mūj'ām al- Saghīr, (Beirūt: Dār al-Kutub al-'Ilmiyah, Dar 'Ammar, 1405 AH), 409, 250/1.

کون نہیں جانتا کہ ابوسفیان کتنا بڑا رسول اللہ ﷺ کا دشمن تھا ہر غزوہ میں وہ رسول اللہ ﷺ کا مد مقابل تھا۔ مگر فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھی معاف فرمادیا اور بوجہل کے بیٹے عکرمہ کو بھی معاف فرمادیا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا عمدہ اخلاق تھا کہ جس کی بدولت مکہ میں سے ایک ہی دن میں دو ہزار سے زائد لوگ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے آخری وقت میں بھی جو وصیت کی وہ یہی تھی کہ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور انہیں کسی قسم کے تشدد کا نشانہ نہ بنایا جائے۔

خلاصہ البحث

مقالہ ہذا بعنوان ”غزوات نبویہ میں اخلاقِ حسنہ کے مظاہر کا تحقیقی جائزہ“ (عصر حاضر کے تناظر میں) میں ایک ایسا عنوان ہے کہ جس کی اخلاقی لحاظ سے بھی ضرورت تھی۔ مقالہ میں اخلاقِ حسنہ کی اہمیت و فضیلت قرآن و احادیث سے بیان کرنے کے بعد اسکی غزوات النبی ﷺ میں اہمیت کو بیان کیا گیا ہے کہ کس کس انداز میں رسول اللہ ﷺ اپنے غزوات میں اخلاقِ حسنہ کے ساتھ پیش آتے۔ اس میں کوئی ابہام نہیں کہ رسول اللہ ﷺ رحمۃ اللعالمین ہیں لیکن حالتِ جنگ میں جہاں کوئی کسی پر رحم نہیں کرتا مگر تاجدارِ انبیاء ﷺ سب کے لئے رحمت ہوتے۔

رسول اللہ ﷺ حالتِ جنگ میں بچوں، خواتین، بوڑھوں، غلاموں، مذہبی رہنماؤں اور لاچار لوگوں کو قتل کرنے سے منع فرماتے۔ آپ ﷺ حالتِ جنگ میں دشمنوں کے ساتھ انتہائی احسن انداز میں پیش آتے۔ آپ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں ستائیس غزوات لڑے اور کئی ایک جنگی جھڑپ بھی ہوئیں مگر کبھی کسی کافر کو اپنے ہاتھ سے قتل نہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ قیدیوں کے ساتھ بہترین سلوک فرماتے حتیٰ کہ وہ قیدی آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ سے متاثر ہو کر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتے۔

رسول اللہ ﷺ کے غزوات کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا کہ آپ ﷺ کفار کی لاشوں کا مشلہ کرنے، اُن کو قتل کرنے کے بعد ظلم کرنے اور اُن کی میتوں کی بے حرمتی کرنے کے سخت خلاف تھے۔ آپ ﷺ حالتِ جنگ میں دشمنوں کو پانی لینے کی اجازت دیتے، اُن کے املاک کو نقصان پہنچانے سے منع کرتے۔ کفار کی زراعت و کھیتی باڑی اور اشجار کو کاٹنے اور نقصان پہنچانے سے منع فرماتے۔ حتیٰ کہ کفار کی عبادت گاہوں کو بھی منہدم کرنے سے روکتے۔

رسول اللہ ﷺ اہل کتاب کے ساتھ خصوصی تعاون فرماتے اور اگر ان کی خواتین قیدی بن کر آتیں تو اُن میں سے بعض کے ساتھ نکاح بھی فرمالیتے جیسا کہ حضرت صفیہ کے ساتھ آپ ﷺ نے نکاح فرمایا۔ اور عرب کے شرفاء و معززین کے ساتھ انتہائی عزت کے ساتھ پیش آتے جیسا کہ حاتمِ ثانی کی بیٹی اور اُن کے قبیلہ والوں کے ساتھ آپ ﷺ نے سلوک فرمایا اور انہیں مع اُن کے قبیلے کے افراد کو آزاد فرمادیا اور انہیں بہترین سواری اور لباس بھی عطا فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ اپنے شہداء اور اُن کے اہل و عیال کے ساتھ بہت ہی پیار و محبت سے پیش آتے، اُن کے طعام کا انتظام فرماتے، اُن کے بچوں کی پرورش کا ذمہ کسی ذمہ دار صحابی کو عطا فرماتے۔ اور شہداء کے اجسام کو ادب و احترام کے ساتھ زمین کے سپرد کرتے۔ کفار کے چنگل میں پھنسے شہداء کی میت کو اُن سے چھڑوا کر دفن فرماتے۔ غازیان کو پورا پورا حصہ دیتے اور اُن کی حوصلہ افزائی فرماتے۔

نتائج البحث

مقالہ ہذا بعنوان ”غزوات نبویہ میں اخلاقِ حسنہ کے مظاہر کا تحقیقی جائزہ“ (عصر حاضر کے تناظر میں) کا جائزہ لیتے ہوئے درج ذیل نتائج اخذ ہوئے:

1. غزوہ کی تعریف میں محققین کے نزدیک اختلاف پایا جاتا ہے کہ غزوہ کس لڑائی کو کہا جاتا ہے۔
2. رسول اللہ ﷺ کے غزوات کی تعداد میں محدثین و اہل سیر کے نزدیک اختلاف پایا جاتا ہے بعض کے نزدیک 27، بعض کے نزدیک 25 اور بعض کے نزدیک 29 ہے۔ مگر مقالہ نگار نے مشہور تعداد 27 کو ذکر کیا ہے۔
3. رسول اللہ ﷺ کے غزوات کو بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ موجودہ دور میں حالتِ جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کی تعلیمات سے استفادہ کی شدید ضرورت ہے۔
4. رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف مسلمان شہداء بلکہ غیر مسلمین کے مقتولین کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا اور انہیں کسی قسم کے نقصان سے بچانے کے احکامات ارشاد فرمائے۔
5. جو مقاصد جہاد یا جنگوں سے حاصل نہ ہوئے وہ ان جنگوں میں اخلاقِ نبویہ سے حاصل ہوئے۔
6. اگر اُمتِ مسلمہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کو اپنالے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے مغلوب نہیں کر سکتی۔
7. رسول اللہ ﷺ اپنے وعدہ کو پورا فرماتے، کسی کافر کو بھی عمومی حالات اور نہ جنگوں میں دھوکہ دیتے۔
8. مقالہ ہذا کا مطالعہ کرنے سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ بچوں، خواتین، بوڑھوں اور مذہبی راہنماؤں کے ساتھ ہر حال میں اچھا سلوک کیا جائے اور سیرتِ طیبہ کی روشنی میں ان اعلیٰ اخلاق کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا جائے۔
9. صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک کثیر تعداد ایسی ہے جو حالتِ جنگ اور بعد جنگ نبی کریم ﷺ کے اخلاقِ کریمہ سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے۔